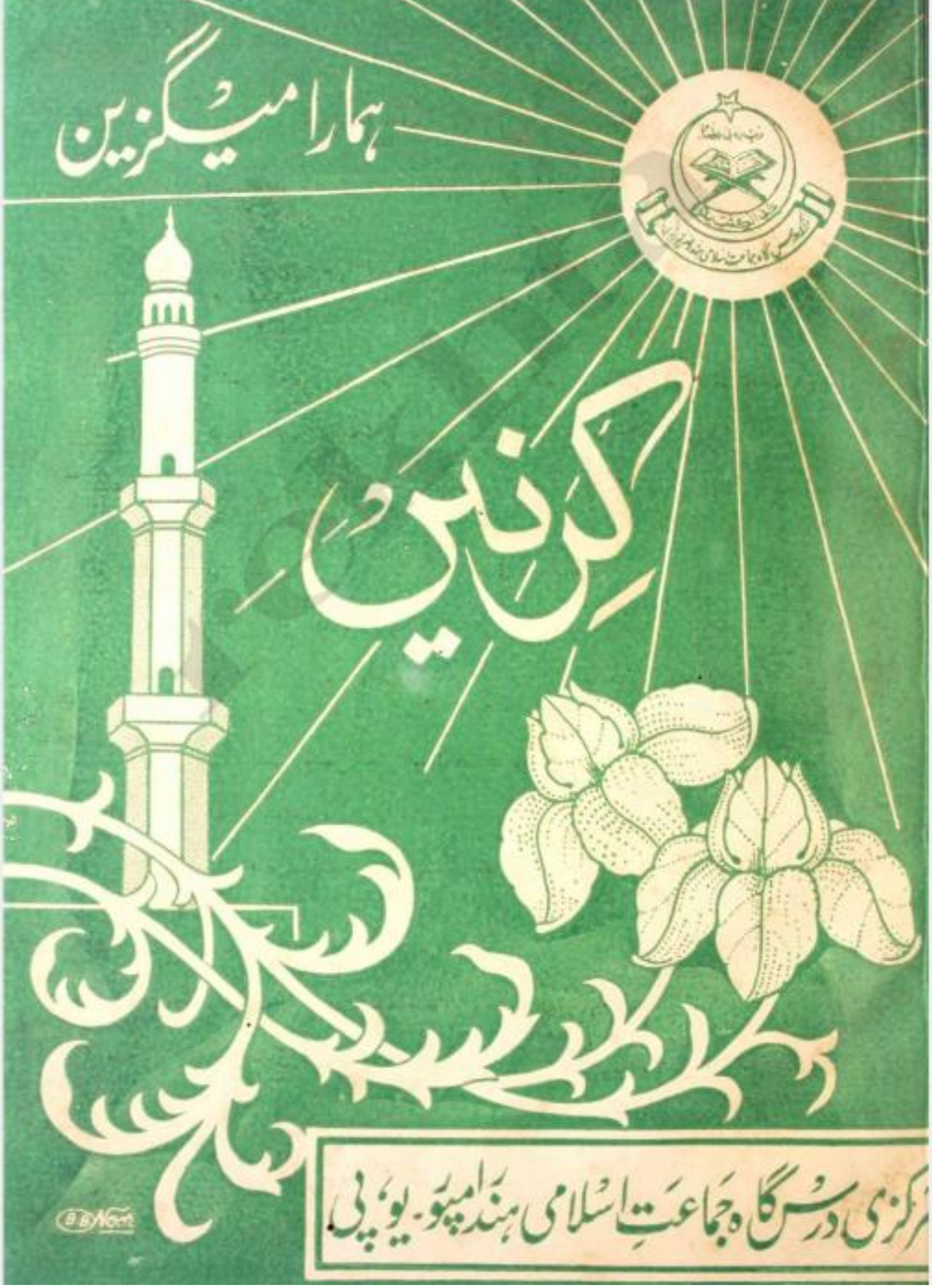

ہمارا میگزین
کرنیں
مرکزی درسگاہ جماعتِ اسلامی ہند رامپور۔ یو۔ پی

درس گاہ منزل بہ منزل

سنہ ۱۹۴۸ء درس گاہ کے قیام کی تجویز پاس ہوئی- ابتدائی چار جماعتوں کا نصاب مرتب ہوا، ابتدائی تیاریاں ہوئیں-

سنہ ۱۹۴۹ء ملیح آباد میں درس گاہ قائم ہوئی- ابتداء میں ۲۰ طلبہ اور صرف چار درجے تھے - اس سال ۲۸ طلبہ مزید داخل ہوئے اور پانچویں درجہ کا اضافہ ہوا - درس گاہ اسی سال رامپور منتقل ہوگئی-

سنہ ۱۹۵۰ء ہماری کتاب کے چار حصے شائع ہوئے- چھٹے کلاس کا اضافہ ہوا - ۳۱ نئے طلبہ داخل ہوئے -

سنہ ۱۹۵۱ء درجہ ہفتم کا اضافہ ہوا اور درجہ اول توڑ دیا گیا ۱۰ نئے طالبہ داخل ہوئے -

سنہ ۱۹۵۲ء درجہ اول دوبارہ قائم ہوا - درجہ ہشتم کا اضافہ ہوا ۹۵ نئے داخلے ہوئے، پانچ نئے اساتذہ کا تقرر عمل میں آیا -

سنہ ۱۹۵۳ء پہلا بیچ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہوا- ۳۸ نئے داخلے ہوئے-

سنہ ۱۹۵۵ء نویں درجے کا اضافہ ہوا-

سنہ ۱۹۵۶ء تعطیلات کلاں کے متعلق طے ہوا کہ رمضان کے بجائے موسم گرما میں دیجائیں - درس گاہ پرانی کھنڈ-ار سے دو محلہ روڈ کی نئی عمارت میں منتقل ہوئی-

سنہ ۱۹۵۸ء نصاب کمیٹی- تعلیمی کمیٹی اور امتحانات بورڈ کا قیام عمل میں آیا -

سنہ ۱۹۵۹ء دسویں جماعت تک کا نیا نصاب منظور ہوا-

سنہ ۱۹۶۶ء اعلیٰ تعلیم کے بارے میں غور کرنے کے لئے نصاب کمیٹی کی نشست ہوئی اور اعلیٰ تعلیم کا نفاذ ملتوی کرنے کا فیصلہ کیا -

سنہ ۱۹۶۸ء درجہ اطفال کا قیام منظور ہوا-

سنہ ۱۹۶۹ء صرف آٹھویں درجے تک تعلیم جاری رکھنے کا فیصلہ ہوا-

سنہ ۱۹۷۰ء بورڈنگ کی نئی عمارت تعمیر ہوئی افتتاح سفیر سعودی عرب نے کیا - پہلا میگزین شائع ہوا-

رب زدنی علما

مرکزی درس گاہ جماعت اسلامی ہند کا

میگزین

کرن

سنہ ۱۳۹۱ھ — سنہ ۱۹۷۱ء

نگراں
سیّد منظور الحسن ہاشمی
بی، اے، ڈپ ایڈ
ناظم درسگاہ

مجلس ادارت
* ابو المجاہد زاہد
* سلیمان قاسمی
* عرفان خلیلی
معلمین درسگاہ

مرکزی درسگاہ جماعت اسلامی ہند

رام پور، یوپی

(مطبوعہ ناظم پریس رامپور)

ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنی بات

گذشتہ سال مرکزی درس گاہ کا پہلا سالانہ میگزین "کرنیں" شایع ہوا تھا جو اپنی صوری و معنوی خوبیوں کی وجہ سے کافی پسند کیا گیا اور موقر رسائل و جرائد نے اس پر بڑے حوصلہ افزا تبصرے فرمائے۔ اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے فضل و کرم سے اس سال میگزین کا دوسرا نمبر پیش کرنے کی توفیق بخشی۔

مرکزی درس گاہ جماعت اسلامی ہند رام پور کی ایک مضبوط اور منفرد تعلیمی پالیسی ہے اور ابتدائی تعلیم کے میدان میں اس کے اقدامات لائقِ تحسین ہیں۔ درس گاہ کے نصاب کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں اسلامیات کے ساتھ ساتھ جدید علوم کی تعلیم قرآن و سنّت کی روشنی میں دی جاتی ہے۔

تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی خاص اہتمام کیا جاتا ہے اور اسلام کے اصولوں کے مطابق کردار سازی پر پورا زور دیا جاتا ہے اور یہ کوشش کی جاتی ہے کہ طلبہ ذہنی، اخلاقی اور عملی اعتبار سے مسلمان بن کر زندگی گذار سکیں۔

بولنے اور لکھنے پڑھنے کا شوق طلبہ میں جس قدر زیادہ ہوتا ہے اسی قدر ان میں اچھے اہل قلم، مقرر، ادیب اور شاعر ابھرتے ہیں، اگر طلبہ کی صلاحیتوں کو اجاگر ہونے کا موقع نہ ملے تو وہ گھٹ کر رہ جاتی ہیں ـــــــــ درس گاہ میں طلبہ کی تقریری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے "جمعیۃ الطلبہ" قائم ہے جس کے باقاعدہ ہفت روزہ اور ماہانہ اجتماعات ہوتے رہتے ہیں اور طلبہ ان اجتماعات میں بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ انشا پردازی اور مضمون نویسی کی طرف بھی طلبہ کی توجہ مبذول کرائی جاتی ہے اور اساتذہ کی نگرانی میں تحریری مقابلے بھی ہوتے رہتے ہیں تاکہ طلبہ میں انشا کی صلاحیتیں پروان چڑھیں اور قوتِ ابداع پیدا ہو اور وہ اپنے خیالات و جذبات کی صورت گری اور نقش آرائی پر قدرت حاصل کر سکیں۔

طلبہ میں ذوقِ سلیم پیدا کرنے اور سخن فہمی کے جوہر کو نکھارنے کے لیے ان کے مزاج، عمر، نفسیاتی خصوصیات اور طبعی رجحانات کے پیش نظر ایسی نظمیں منتخب کی جاتی ہیں جو پاکیزگی، شائستگی، اخلاق و انسانیت اور روزانہ کی زندگی سے تعلق رکھنے والے مضامین پر مشتمل ہوتی ہیں اور تشکیل سیرت میں مدد دیتی ہیں۔

ذہنی اخلاقی اور دینی تربیت کے ساتھ ساتھ طلبہ کی جسمانی تربیت کا بھی خاص خیال رکھا جاتا ہے اور باقاعدگی کے ساتھ انھیں مختلف قسم کے صحت بخش کھیل اور اسپورٹس کھلائے جاتے ہیں ـــــــ غرض یہ کہ مرکزی درس گاہ دورِ حاضر کی ایک بڑی

ضرورت کو پورا کرتی ہے اور ہندوستان کے دور دراز مقامات سے طلبہ اس میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے آتے ہیں۔

درس گاہ کے تصورات و نظریات، اس کی تعلیمی سرگرمیوں اور طلبہ کی غیر نصابی مصروفیات سے متعارف کرانے کے لیے ہر سال بڑے اہتمام کے ساتھ ایک تعلیمی ہفتہ منایا جاتا ہے۔ جس میں طلبہ کے سرپرست اور اہلِ شہر بڑی تعداد میں شرکت کرتے ہیں اور اس کے تمام پروگراموں کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

اس سال تعلیمی ہفتہ ۱۰ مارچ سے ۱۷ مارچ ۱۹۸۰ء تک منایا گیا۔ اور توقع سے زیادہ دلچسپ و کامیاب رہا۔ تعلیمی ہفتہ کی صحت مند اور مقصدیت سے بھرپور رنگا رنگ کارروائی میگزین کی زیرِ نظر اشاعت میں دی جا رہی ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ درسگاہ کے نوخیز طالب علموں کے ذہنوں کو کس طرف موڑنے اور کس طرح ڈھالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس میگزین کے لیے طلبہ نے بڑے ذوق و شوق سے مضامین لکھے تھے۔ ان میں سے چند مضامین بھی شریکِ اشاعت کیے جا رہے ہیں اس سال تعلیمی ہفتہ میں پیش کی جانے والی عربی، ہندی، اور انگریزی کی چند تقریریں بھی میگزین کے آخری صفحات میں دی جا رہی ہیں ——— اور طلبہ کے اصرار پر "بچوں کے اجتماع" میں پیش کیا جانے والا ایک کامیاب اور موثر مکالمہ "انوکھا انتقام" بھی شریکِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔

طلبہ کی تقاریر و مضامین کے علاوہ اس سال دو اہم مضامین بھی میگزین کی زینت بن رہے ہیں ——— ایک فکر انگیز مقالہ ناظم درسگاہ جناب سید منظور الحسن صاحب ہاشمی کا اور دوسرا معلوماتی مضمون سید قادر علی صاحب استاد درسگاہ کا ہے۔ امید ہے کہ ان دونوں مضامین سے میگزین کا وزن و وقار اور اس کی معنویت و افادیت دو بالا ہو جائے گی۔

میگزین "مرکزی درس گاہ کا ایک آئینہ ہے اور اس میں درس گاہ کے نقوش نمایاں نظر آتے ہیں۔ امید ہے کہ دینی تعلیم و تربیت سے دلچسپی رکھنے والوں اور درس گاہ کے ہمدردوں میں اس سال کے میگزین کا بھی خیر مقدم کیا جائے گا اور اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔

۲۴/اپریل ۱۹۸۰ء — ابوالمجاہد زاہد

(بقیہ صفحہ ۱۳) کس کی بات مانیں گے اور ان کے ذہن میں جو فکری ٹکراؤ اور انتشار پیدا ہو رہا ہے اس کی وجہ سے ان کا ذہن اور ذہن کا انداز فکر کیا ہوگا ——— کاش ان حالات کو دیکھ کر اسلام پسند طبقہ کچھ تو جھرجھری سی محسوس کرے۔ آنکھوں سے ہم دیکھیں کہ ہمارے معصوم بچے تباہی کے تاریک گڑھوں کی طرف تیزی سے بڑھتے چلے جا رہے ہیں پھر بھی ہم کچھ نہ کریں، طاغوتی نظام ہماری پوری نسل کو اپنی لپیٹ میں لینے کی کوشش کرے اور ہم یوں ہی افسوس کرتے رہیں

اسلامی نظامِ تعلیم دنیا کو تباہی سے اب بھی بچا سکتا ہے بشرطیکہ اسلام کا نام لینے والے اسے قائم کرنے کی کچھ تو کوشش کریں ؎

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

تعلیمی نظریات پر ایک نظر

سید منظور الحسن ہاشمی - ناظم درس گاہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ علمی سرگرمیاں ہر دور میں انسانوں کی توجہ کا مرکز رہی ہیں لیکن علمی سرمایہ کسی ایک ملک یا کسی ایک قوم کے پاس مقید نہیں رہا بلکہ بڑھتا رہا اور پھیلتا رہا۔ کبھی ایک قوم نے اس کی سرپرستی کی تو کبھی دوسری قوم نے۔ تاریخ کا مطالعہ اس حقیقت کا بھی انکشاف کرتا ہے کہ جس قوم نے علوم و فنون کی قدردانی کی اور ان سے صحیح معنی میں استفادہ کیا وہ امامت کے منصب پر فائز رہیں اور جن قوموں نے انہیں نظر انداز کیا یا ان سے غلط استفادہ کیا وہ اپنے بلند مقام کو بہت جلد کھو بیٹھیں اور انہیں دوسروں کا مطیع اور فرماں بردار بن کر رہنا پڑا۔ مصر کی تہذیب، چین کا تمدن، یونان کی شائستگی اور روما کی عظمت۔ ان سب نے اپنے اپنے دور میں علم کی سرپرستی کی اور بام عروج کو پہونچیں۔ اور جب وہ قومیں عیش و عشرت اور رقص و سرود کی محفلوں میں کھو کر علمی کاوشوں سے دور ہو گئیں تو ان کی امامت اور ان کی بلندی افسانہ پارینہ بن کر رہ گئی۔

علم اور امامت کے رشتہ کی مولانا مودودی نے اپنی تصنیف نیا نظام تعلیم میں اس طرح وضاحت کی ہے۔

"امامت کا دامن ہمیشہ علم سے وابستہ رہے گا۔۔۔۔۔ جو طبقہ یا گروہ علم کی صفت میں دوسرے طبقے یا گروہوں سے آگے بڑھ جائے گا وہ اسی طرح ان سب کا امام بنے گا جس طرح انسان من حیث النوع دوسری انواع ارضی پر اسی چیز کی وجہ سے خلیفہ بننے کا اہل ہوا ہے۔"

قوموں کے عروج و زوال کو دیکھ کر ذہن میں فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا علم ہے جو قوموں کو بام عروج تک پہنچاتا ہے اور کونسی لغزش ہے جو قوموں کو تاریکیوں میں ڈھکیل دیتی ہے۔

علم کے بارے میں مختلف مفکرین نے مختلف انداز سے باتیں کہی ہیں، یہاں ان سب کے خیالات کو پیش کرنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ صرف چند مفکرین کے نقطہ ہائے نظر پیش کرنے کی کوشش کیجائیگی۔

سترھویں صدی میں انگلستان کے ایک بڑے ماہر نفسیات جان لاک نے علم کے بارے میں اس طرح لکھا ہے:-

"ہمارے مشاہدات جو بیرونی اشیاء کے احساسات پر مبنی ہوں یا اپنے دماغ کی اندرونی کاوشوں سے متعلق ہوں یہی مشاہدات غور و فکر کے لیے مواد فراہم کرتے ہیں۔ یہی وہ صلاحیتیں علم کا سرچشمہ ہیں جہاں سے وہ تمام تخیلات ابھرتے ہیں جو ہمارے اندر پہلے سے موجود ہوں یا فطری طور پر پیدا ہو سکتے ہوں۔"

جان لاک کے اس اقتباس کو پڑھ کر مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں:-

۱۔ بیرونی اشیاء جو وجود رکھتی ہیں وہی ہمارے علم کا ماخذ بن سکتی ہیں۔

۲۔ ان کو جب تک آنکھوں سے دیکھا نہ جائے۔ ان کی آوازوں کو جب تک کانوں سے سنا نہ جائے۔ ان کے ذائقوں کو جب تک چکھا نہ جائے۔ ان کی سطحی ماہیت کو جب تک ہاتھوں سے چھوا نہ جائے۔

ان کی خوشبو یا بدبو کو جب تک سونگھا نہ جائے اس وقت تک علم یقین کی حد تک نہیں پہونچ سکتا۔

۳۔ ان مادی اشیاء کے علاوہ علم کا مآخذ دماغی کاوشیں بھی ہیں۔

۴۔ دماغی کاوشوں کی بنیاد اندرونی جذبات ہیں ان جذبات سے متاثر ہو کر انسان جو کچھ سوچے اور جن نتائج پر پہونچے وہ انسانی علم کا سرمایہ بن سکتا ہے۔

مندرجہ بالا نتائج اخذ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خلاف مذہبیت جان لاک نے توہم پرست یورپ کو فکر و دانش کے بہت اچھے اصول عطا کیے۔ غور و فکر اور عملی تجربات کے لیے دروازے کھولے مگر ان کے نظام تعلیم میں بالغیب کی کوئی قیمت اور اہمیت نہیں ہے۔ ان افکار کی بنیاد پر علم اور ادب کی جو بھی عمارت تعمیر ہوگی۔ اس میں خالقِ کائنات کا تصور۔ خالقِ کائنات کے احکامات، اس کی بنائی ہوئی جنت اور دوزخ۔ حشر و نشر سے متعلق اس کی تنبیہیں اور سزا و جزا کے بارے میں اس کے قوانین کی کوئی اہمیت نہیں رکھیں گے۔

ان افکار کے مطابق جو بھی نظام تعلیم مرتب ہوگا وہ بھی خالص سیکولر ہوگا۔ اس میں دین کی کوئی قابلِ لحاظ آمیزش نہ ہوگی۔ اس نظامِ تعلیم سے تربیت پائے ہوئے۔ نوجوان اچھے قسم کے انجینیر، ماہر معاشیات ماہر سیاسیات پیدا ہوسکتے ہیں مگر خدا سے ڈرنے والے آخرت کی جوابدہی کا احساس رکھنے والے اور للّٰہیت کے ساتھ کام کرنے والے پیدا نہ ہوں گے۔

اب ہم انقلاب فرانس کے بانی انفرادیت پسند روسو کے خیالات آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ فرانسیسی مفکر اٹھارویں صدی کے اوائل ۱۷۱۲ء میں پیدا ہوا تھا۔ نظام تعلیم میں نیچریت کی داغ بیل اسی شخص نے ڈالی ہے۔ اپنی ایک تصنیف ایمائل میں روسو نے اپنے خیالات کا اظہار اِن الفاظ میں کیا ہے۔

"نظرِ قدرت کے تحت تمام انسان مساوی حیثیت رکھتے ہیں ان کا مشترک پیشہ انسانیت ہے جو شخص اس طور پر اچھی طرح تربیت حاصل کرے وہ کبھی کسی پیشہ کو بری طرح انجام دے ہی نہیں سکتا۔ مجھے اپنے طالب علم کے مستقبل کے بارے میں کوئی فکر نہیں ہے کہ وہ کیا بنے گا۔ خواہ فوج میں داخل ہو یا عبادت گاہ میں رہے یا وکیل کی حیثیت سے زندگی گذارے۔ بلا لحاظ اس کے کہ باپ کا پیشہ کیا ہے قدرت اسے انسانی فرائض انجام دینے کے لیے آواز دے رہی ہے۔ مجھ سے جُدا ہونے کے بعد مجھے یقین ہے کہ وہ پہلے مجسٹریٹ یا سپاہی یا مبلّغ نہیں بنے گا بلکہ سب سے پہلے وہ انسان بنے گا۔"

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے:

"قدرت کا مشاہدہ کرو اور اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلو۔"

اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا ہے:۔

"میں کتاب سے نفرت کرتا ہوں۔ وہ صرف ہمیں ان چیزوں کے بارے میں بحث کرنا سکھاتی ہے جن کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔"

اپنی ایک کتاب "انسان ایک مشین" میں لکھتا ہے۔

"اے خدائے قادرِ مطلق انسانوں کے دماغ تیرے قبضہ میں ہیں ہمیں اپنے آباؤ اجداد کے علوم و فنون سے نجات دے۔ ہمیں جہالت معصومیت اور غربت پھر سے واپس دیدے۔ یہی وہ تین چیزیں ہیں جو ہمیں مسرت دے سکتی ہیں اور جو تجھے بھی عزیز ہیں۔"

مندرجہ بالا چند اقتباسات سے روسو کا ذہن اور انداز فکر کافی حد تک سامنے آگیا ہے۔ روسو کے خیالات کی ترتیب اس طرح ہوسکتی ہے۔

۱۔ تمام انسان ایک دوسرے کے برابر ہیں خواہ امیر ہوں یا غریب کالے ہوں یا گورے۔ وہ انسان کو انسان بنانے کا متمنی ہے۔

۲۔ ایسے تمام علوم و فنون جو انسان کو فضول بحثوں میں الجھادیں ان سے پناہ مانگتا ہے۔

۳۔ اس کی نگاہوں میں تمام کتابیں لایعنی معلومات سے بھرپور ہیں اور انسانیت سے یکسر خالی ہیں سوائے ایک کتاب کے جو

ذہن مین کردہ ہوتا ہے۔

۴۔ دانشوروں کا طبقہ اور دولت مندوں کا طبقہ انسانیت سوز زندگی کا نمونہ پیش کر رہا ہے۔ ان سب پناہ مانگتا ہے اور جہالت اور غربت کو ترجیح دینے پر مجبور ہے۔

۵۔ تمام فلسفوں اور مذہبی تعلیمات سے پیچھا چھڑا کر وہ اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتا ہے کہ قدرت کے بتائے ہوئے راستہ پر چلو۔

۶۔ کسی تعلیمی ادارے میں تعلیم کا آغاز کسی پیشے سے نہ ہو اور نہ کسی پیشے کا رجحان پیدا کیا جائے بلکہ سب سے پہلے انسان کو انسان بنایا جائے۔

اس میں شک نہیں روسو کی تحریروں میں خلوص ہے، سادگی ہے اور اس کی آواز ایک دکھے ہوئے دل کی آواز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تحریروں نے یورپ کے ایک بڑے حصے پر بہت بڑا اثر کیا اس نے نظامِ تعلیم کے چند بڑے اچھے اصول دیئے معصوم بچوں کو ظالم اور بے شعور استادوں کے ظلم سے نجات دلائی مگر محسوس کرنے والے محسوس کر سکتے ہیں کہ وہ انتشارِ ذہن کا شکار ہے اگرچہ خدا کا منکر نہیں ہے لیکن مذہب سے برگشتہ ہے۔ کیونکہ مذہب پرست نہ جانے کتنے گروہوں میں بٹ چکے تھے وہ آپس میں برسرِ پیکار تھے اور مذہب کی بنیاد پر نہ جانے کتنی خونریز جنگیں لڑ چکے تھے۔ دوسری طرف دولت مندوں کا طبقہ انتہائی مغرور، عیش پسند اور ظالم و جابر بنا ہوا تھا۔ ان کے کتے عیش کرتے مگر غریب انسانوں کو روٹی میسر نہ ہوتی تھی۔ ان حالات کے تحت اس نے ماضی سے پوری طرح بغاوت کی اور نیچر کو اپنا رہنما بنا کر صرف اسی سے سب کچھ حاصل کرنا چاہا۔ کاش وہ دینِ فطرت اسلام کا بھی مطالعہ کرتا تو معلوم ہوتا کہ کئی سو سال پہلے اللہ کی کتاب نے تمام انسانوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا تھا۔ اللہ کے رسولؐ نے عملی شکل میں ایک ایسے معاشرے کی بنیاد رکھی تھی جہاں امیر و غریب کالے اور گورے سب برابر تھے۔ بہرحال روسو کے نظریات نے زندگی کے دھارے کو جس طرف موڑا وہ خدا پرستی سے دور و نیچر پرستی سے قریب ہوتا گیا وہ اس بات پر بہت زیادہ زور دیتا تھا کہ بارہ سال تک بچے کو کوئی کتاب نہ پڑھاؤ۔ تربیت کے لیے بالکل نیچر کے حوالے کر دو۔ اور اگر وہ ٹھوکر کھانے یا آگ میں انگلی جلانے جا رہا ہو تو اسے ہرگز نہ روکو اسے خود تجربہ حاصل ہوگا اور پھر خود بخود راہِ راست پر آ جائیگا۔ مگر تجربہ نے بتایا کہ انسان کو پوری طرح جب نیچر کے حوالے کر دیا جائے تو وہ انسان نہیں رہتا بلکہ آہستہ آہستہ حیوان میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

آیئے اب ایک اور ماہرِ تعلیم پستالوزی کے نظریات کا جائزہ لیں جو سوئٹزرلینڈ کا باشندہ تھا اور جس نے تعلیمی نفسیات میں بڑا اونچا مقام حاصل کیا تھا۔ سالِ پیدائش ۱۷۴۶ء ہے۔ بڑے اچھے خیالات اور پاکیزہ جذبات کا انسان تھا۔ اس کی دو تصانیف بہت مشہور ہیں "ایک راہب کی شام"۔ دوسری کتاب لونارڈ اور گرٹ روڈ۔

ایک جگہ اس نے لکھا ہے "انسان صرف اسی وقت انسان بن سکتا ہے جبکہ اس کا اندرون بیدار ہو اور اس میں روحانی زندگی پیدا ہو۔"

روسو کے نظریات سے بڑی حد تک متاثر تھا مگر اس کے اس نظریہ سے اتفاق نہیں کیا کہ بچہ کو تربیت کی خاطر بالکل ہی نیچر کے حوالے کر دیا جائے "تجربہ کرنا اور خیانہ بھگتنا" والا نظریہ اس نے بالکل ہی مسترد کر دیا۔ اس نے اس بات پر زور دیا کہ "عمل کیا جائے اور سیکھا جائے، بچہ کی فطرت کو اس نے تعلیم کا مرکز قرار دیا۔ اور اس نے ہدایت کی کہ مفرد ان اشیا کے ذریعہ تعلیم دی جائے اور عمل کرنے اور سیکھنے کی قوتوں کو نفسیاتی طریقوں سے ترقی دی جائے۔

اخلاقی تربیت کے سلسلہ میں پستالوزی کے نظریات عیسائی رہبانیت سے زیادہ متاثر تھے بچپن میں اسے ایسے استادوں نے تعلیم دی تھی جو خود پاکیزہ تھے مگر راہبانہ زندگی بسر کرتے تھے راجر نے اپنی ایک تصنیف میں لکھا ہے:۔

"طلبہ پر پروفیسروں کا اتنا اچھا اثر تھا کہ وہ دولت عیش وآرام اور تن آسانیوں سے نفرت کرنے لگے تھے، انھیں کسی چیز کی پرواہ نہ تھی صرف روح اور دماغ کی مسرتوں کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ حق اور انصاف کے لیے سعیٔ پیہم کرتے تھے۔ ایک عرصہ تک پستالوزی اور اس کے ساتھی بغیر بستر کے زمین پر لیٹتے رہے۔ سوائے جسم کے کپڑوں کے اوڑھنے کے لیے کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔ گوشت ترک کر دیا تھا صرف ترکاری اور روٹی پر زندگی بسر کرتے تھے۔"

اس مختصر سے اقتباس کے پڑھنے کے بعد پستالوزی کی ایک زندہ تصویر سامنے آگئی ہے۔ وہ سراپا ایثار و قربانی تھا مگر اس کے نظریے یورپ کی زندگی کا ساتھ نہ دے سکے وہ یورپ جو سائنسی میدان میں غیر معمولی ترقی کا پروگرام رکھتا تھا وہ بھلا ایسی بے مزہ خشک راہبانہ زندگی کو کس طرح قبول کر سکتا تھا، یہ تصادم اور ٹکراؤ دراصل اس لئے پیدا ہوا کہ عیسائی مذہب نے دین اور دنیا کو بالکل الگ الگ بانٹ دیا کچھ لوگ دنیا سے بالکل کٹ گئے اور خانقاہوں میں بیٹھ گئے اور باقی انسان مادّی دنیا میں اس قدر لت پت ہوئے کہ انھیں اس بات کا ہوش نہ رہا کہ حرام کونسی چیز ہے اور حلال کونسی چیز ہے۔

دنیا نے دیکھا کہ پستالوزی جیسے HUMANIST کے نفسیاتی نظریوں کا بڑا خیر مقدم کیا گیا اسکولوں میں وہ طریقے رائج ہوئے اور ان سے بڑی حد تک استفادہ کیا گیا مگر اخلاقی تربیت کے روحانی طریقے سب کے سب دھرے رہ گئے۔

اب آئیے ایک اور ماہر نفسیات اور ماہر تعلیم کے اصولوں کا مطالعہ کریں یہ جرمنی کی مشہور و معروف شخصیت فروبل ہے جو ۱۷۸۲ء میں پیدا ہوا تھا۔ اسے "بابائے کنڈر گارٹن" کہا جاتا ہے یہ شخص IDEALISM فلسفہ سے کافی متاثر تھا۔ کانٹ۔ نشٹے، شلنگ اور ہیگل کے خیالات سے اسے گہرا لگاؤ تھا۔ IDEALISM کے حامی عیسائی مذہب اور خالقِ کائنات کے وجود کو اپنے نظام تعلیم میں مرکزی حیثیت دیتے تھے۔ چنانچہ فروبل اس حقیقت پر کامل یقین رکھتا تھا کہ ساری کائنات کا نظم ایک قادرِ مطلق کے ہاتھ میں ہے۔

اس کا نفسیاتی نقطۂ نظر یہ تھا کہ ایک بچہ جو آگے چل کر جس قسم کا انسان بننے والا ہے وہ ساری صلاحیتیں اس کی فطرت میں موجود رہتی ہیں۔ استاد کا یہ فریضہ ہے کہ ان صلاحیتوں کو پہچانے اور اسی کے مطابق تعلیم دے۔ فروبل نے کھیل کے طریقے سے تعلیم دینے کے بڑے عمدہ اصول مرتب کیے اور بہت سے تعلیمی آلات بھی ایجاد کیے جو بچوں کے لیے دلچسپ کھلونا ہوتے تھے اور جن کے ذریعے تعلیم بھی دی جا سکتی تھی۔

اس نے معلم کو ایک باغبان سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح ایک مالی کو پیڑوں سے محبت ہوتی ہے۔ وہ اپنے باغ کو سرسبز و شاداب رکھنے کے لیے ہر وقت لگا رہتا ہے۔ وقت پر آبیاری کرتا ہے۔ خود رو گھاس کا اکھاڑنا، پودوں کے حسن کو برقرار رکھنا، پھولوں اور پھلوں کی نگہداشت کرنا اس کی زندگی کا دلچسپ مشغلہ ہوتا ہے اسی طرح بچوں کے باغ میں ایک معلم باغبان کی حیثیت سے ہر وقت جُٹا رہتا ہے۔

اس کے نصاب تعلیم میں مذہبی تعلیم کو اوّلیت حاصل تھی اس کے بعد سائنس اور ریاضی تھی۔ بعد میں زبان اور آرٹ شامل تھے۔

امریکہ فروبل کے اصولوں سے بہت زیادہ متاثر ہے تقریباً دس ہزار امریکیوں نے جرمن اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی ان سب نے جرمنی کے نظامِ تعلیم کو بہت پسند کیا اور اسے امریکہ میں رائج کرنے کی پرزور سفارش کی۔

فروبل کے تعلیمی اصول آج بھی زندہ ہیں اور دنیا کے گوشہ

گوشے گوشے میں کثرت سے کنڈر گارٹن قائم ہیں جس میں چھ سال سے کم عمر کے بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ ان اسکولوں میں زیادہ تر فروبل کے اصولوں کی کارفرمائی ہے لیکن پستالوزی کی طرح اس کے تصورات مذہب کے بارے میں جو کچھ تھے اسے دنیا نے بہت کم اختیار کیا ہے۔ ایک معصوم بچے میں جس انداز سے خدا کا تصور وہ بٹھانا چاہتا تھا، آج وہ بالکل مفقود ہو چکا ہے۔ عیسائی مشنریز آجکل بھی خدا کا تصور اور مذہبی روح پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں لیکن ان کی کوششیں رائیگاں ہو جاتی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ نے دنیا اور دین کو علیحدہ علیحدہ خانوں میں بانٹ دیا ہے۔ رفتہ رفتہ دنیا غالب آجاتی ہے اور دین دُھندلا پڑ کر بالکل غائب ہو جاتا ہے۔

۱۷۷۶ء میں ایک دوسرا ماہر تعلیم جرمنی میں پیدا ہوا یہ تھا ماہر نفسیات ہربارٹ۔ اسے "بابائے نفسیات جدید" کہتے ہیں اسے پستالوزی کے شاگردوں میں شمار کیا جاتا ہے اس نے پستالوزی کے مقابلے میں زیادہ بہتر طریقے سے نفسیاتی اصول مرتب کیے۔ اسے "بابائے نظام تعلیم جدید" بھی کہا جاتا ہے۔ افلاطون کی طرح اس نے پہلے ایک استاد کی حیثیت سے عملی طور پر تجربات حاصل کیے اس کے بعد فلسفۂ تعلیم مرتب کیا۔ ۱۸۰۶ء میں نظام تعلیم پر اس نے جو کتاب مرتب کی تھی آج بھی ماہرین تعلیم اس کا بڑا احترام کرتے ہیں اور ان کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا آج کے زمانہ کو پیش نظر رکھ کر اس نے کتاب لکھی تھی۔ ایک جگہ لکھتا ہے۔

"انسان کی قدر و قیمت اس کے جاننے میں اتنی نہیں ہے جتنی کہ اس کی قوت ارادی میں ہے۔ قوتِ ارادی اس کے تخیلات سے پیدا ہوتی ہے۔"

ہربارٹ نے نفسیاتی نقطۂ نظر سے پڑھانے کے اصول مرتب کیے۔ ایک معلم کے درس کو اس نے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے (۱) تیاری (۲) پیشکش (۳) ارتباط (۴) تعمیم (۵) استعمال۔

موجودہ نظام تعلیم ہربارٹ کے اصولوں کا بہت کچھ ممنون احسان ہے۔

سماج کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ہربرٹ اسپنسر نے عمرانی تحریک کا آغاز کیا۔ وہ ۱۸۲۰ء میں انگلستان میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے پیشہ ورانہ مہارت اور شہری تربیت پر بہت زیادہ زور دیا۔ روحانی تربیت کو اس نے بے معنی قرار دیا اور انسانی زندگی کو اسی حالت میں دیکھنا چاہا جس طرح کہ نظر آتی ہے اس نے بتایا کہ انسانی اقدار معاشرے سے حاصل ہوتی ہیں، ایک فرد بہترین حیثیت اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ سوشل نہ بن جائے۔

بچے کے اندر پوشیدہ صلاحیتوں سے اس نے انکار کیا اور کہا کہ تمام انسانی اوصاف کسبی ہوتے ہیں۔ سماج ایک کتاب ہے جس کا مطالعہ ہر طالب علم کے لیے ضروری ہے۔ یہ انداز فکر خدا اور مذہب کے خلاف ایک کھلی ہوئی بغاوت تھی۔ اب تک ماہرین تعلیم خدا کا نام لیتے تھے۔ روحانی تربیت پر زور دیتے تھے۔ اخلاقی اقدار کی بنیاد مذہب پر رکھتے تھے مگر ہربرٹ اسپنسر نے مذہب کو خیرباد کہا اور نظام تعلیم کو بالکل سیکولر بنا دیا۔

پہلی جنگ عظیم نے جرمنوں کے خلاف نفرت کا جذبہ کئی ممالک میں پیدا کر دیا۔ وہ ممالک جو فروبل کے اصولوں کے مداح تھے اب ان سے متنفر ہو گئے۔ ان دنوں مادام مانٹی سوری کے پرکشش اصولوں نے انھیں اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس ماہر تعلیم خاتون کے بارے میں آئندہ پھر کبھی کچھ لکھا جائے گا اب ہم آپ کو امریکہ کے ماہر تعلیم ڈیوی DEWEY کے بارے میں کچھ بتائیں گے جو بیسویں صدی کا ایک بڑا ماہر نفسیات ہے، اس کی پیدائش ۱۸۵۹ء میں ہوئی تھی، اس نے امریکہ کے نظام تعلیم کو بالکل بدل کر رکھ دیا۔ اسے جمہوریت اور تجربیت

PRAGMATISM کا علمبردار کہتے ہیں۔ شکاگو یونیورسٹی میں پروفیسر کی حیثیت سے جب کام کرتا تھا تو اس نے شکاگو ہی میں نئے طرز پر ایلمنٹری اسکول کی بنیاد رکھی۔ اس کا فلسفۂ تعلیم انفرادیت اور عمرانیات کے اصولوں کا ایک دلچسپ امتزاج تھا۔ اس نے اس بات پر شدت کے ساتھ زور دیا کہ بچہ کے تجربات معروض اور ٹھوس ہونے چاہئیں اور انہیں تجربات کو تعلیم کا مرکز بنانا چاہیے۔ تعلیمی اداروں میں بچوں کو اس انداز سے تیار کیا جائے کہ وہ جمہوری معاشرے کے ڈھانچے میں عمدگی کے ساتھ فٹ ہو سکیں۔ اسکول کو اس نے سماجی زندگی کا گہوارہ قرار دیا، ایک ایسا مقام جہاں زندگی کی پیچیدگیاں اور الجھے ہوئے مسائل سلجھائے جائیں انہیں پاکیزگی عطا کی جائے اور ان میں توازن پیدا کیا جائے۔

ڈیوی کا مرتب کیا ہوا نصابِ تعلیم عملی زندگی اور علوم و فنون کا امتزاج تھا جہاں زندگی کو مرکزیت حاصل تھی اور طلبہ اسکول کی چہار دیواری میں ان سب مسائل کا حل اپنے عمل کے ذریعے خود نکالتے تھے۔ تجربیت کی اس تحریک نے دنیا کو بہت جلد اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

قدیم آئیڈیلسٹ قسم کے لوگ یونانی اور لاطینی زبانیں سکھانا اور پڑھانا، قدیم فلسفوں میں الجھنا اور بحثیں کرنا معیارِ شرافت اور معیارِ قابلیت سمجھتے تھے مگر ڈیوی کے تجرباتی اصولوں نے ان چیزوں کو ایک دم بدل دیا اور اب دنیا ڈیوی کے بتلائے ہوئے اصولوں کی طرف تیزی کے ساتھ لپکی۔

غور و فکر کے بارے میں ڈیوی نے ذہن کے مندرجہ ذیل پانچ اقدامات دلچسپ انداز میں بیان کیے ہیں۔

(۱) سب سے پہلے کسی مسئلہ کی دشواری یا ضرورت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

(۲) اس مسئلے پر دماغ پھر سوچنا شروع کر دیتا ہے۔

(۳) پھر اسے حل کرنے کے لیے دماغ کچھ تدبیریں پیش کرتا ہے۔

۴۔ ہر تدبیر کے بارے میں تفصیلات سامنے آتی ہیں اور کسی ایک کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۵۔ مزید مشاہدات اور تجربات اس حل کے قبول کیے جانے یا مسترد کیے جانے کی منزل کی طرف لے جاتے ہیں۔

جان ڈیوی نے اپنے ایک مقالہ "میرا تعلیمی عقیدہ" میں لکھا ہے: "ایک بچے کی صلاحیتیں، دلچسپیاں اور عادتیں نفسیاتی انداز میں دیکھ کر اس کی تعلیم و تربیت کا آغاز کرنا چاہیے۔ ان قوتوں دلچسپیوں اور عادتوں کی مسلسل وضاحت کرنی چاہیے۔ اور ہمیں جاننا چاہیے کہ ان کا کیا مطلب ہے، پھر سماجی زندگی کی اصطلاحات میں ان کی تعبیر کرنی چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ سماجی خدمات کے لیے وہ کس قسم کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

ڈیوی دماغ کو سوشل بنانا چاہتا تھا۔ ایک جگہ لکھتا ہے۔ "ایک سوشل دماغ ایک قوت ہے جو مسائل کو اجتماعی انداز میں سمجھ سکتا ہے۔" اور اسی مفہوم میں دماغ کو سوشل کنٹرول کا ایک ذریعہ قرار دیتا ہے۔

کہتا ہے کہ "اسکول ایک جمہوری سوشل ادارہ ہے اور تعلیم ایک سوشل طریقۂ کار ہے۔"

ڈیوی کے نظریات کی بنیاد پر کلپیٹرک نے پراجکٹ میتھڈ کا آغاز کیا جس میں کسی ایک مسئلہ کو بنیاد بنا کر تمام طلبہ اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرتے ہیں اور اسے اجتماعی طور پر حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کوشش میں تمام علوم کے سمجھنے اور سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ مثلاً ایک کیاری پراجیکٹ کے طور پر پیش نظر ہو تو طلبہ اس میں پھول اور ترکاری اگانے کے سلسلے میں مصروف رہتے ہیں اس کام میں وہ لمبائی چوڑائی ناپیں گے۔ رقبہ معلوم کریں گے نباتیات کا علم انھیں حاصل ہوگا۔ جغرافیہ کے اصول سے بھی واقفیت ہوگی سائنس کے آلات سے بھی سابقہ پڑے گا۔ کیمیائی کھاد کا مشاہدہ

کریں گے۔ اشتراک اور تعاون کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اجتماعی اخلاق تربیت پائیں گے۔ اس کام کے سلسلے میں طلبہ مضامین لکھیں گے۔ تقریریں کریں گے۔ اس طرح زبان اور ادب کی تعلیم ہوگی۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے بھی ڈاکٹر ذاکر حسین کی رہنمائی میں پراجکٹ میتھڈ استعمال کیا ہے۔ اس ادارہ نے اس طریقہ کار میں ایک دلچسپ تجربہ یہ بھی کیا کہ اسے اسلامی رخ پر لے جانے کی کوشش کی۔ مثلاً میلاد پراجکٹ رکھا گیا جس کے ذریعہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے مختلف پہلو سامنے آئے۔

بلاشبہ ڈیوی نے جدید نظام تعلیم میں بڑا اونچا مقام حاصل کیا ہے۔ اس کے اصولوں نے طریقہ تعلیم میں حیرت انگیز انقلاب برپا کیا۔ کتابوں کے صرف کیڑے بنے رہنا اور عملی زندگی سے بے تعلق رہنے کا اصول ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔ طلبہ جمہوری انداز میں اسکول اور کالجوں میں زندگی کے تجربات حاصل کرتے ہیں۔ تمام حسی قوتیں کام میں لائی جاتی ہیں انھیں پروان چڑھایا جاتا ہے اور وہ بڑی کامیابی کے ساتھ سائنسی اصولوں کو زندگی سے مربوط کرتے ہیں۔

دنیا اس توقع میں تھی ان اصولوں کی بنیاد پر نیا معاشرہ دنیا کے لیے مسرتیں لے کر آئے گا۔ اس میں شک نہیں امریکہ کے نئے نظام تعلیم نے ایسے سائنسداں اور ماہر معاشیات پیدا کیے جنہوں نے سرزمین امریکہ کو فرحت گاہ بنا دیا ہے۔ بڑے بڑے کارخانے دن رات کام کر کے نئے نئے آلات اور نئی نئی مشینیں بناتے ہیں جنہوں نے انسانوں کے کھانے پینے پہننے سفر کرنے کی تمام ضروریات کو بڑی خوبصورتی سے حل کر دیا ہے۔ زراعت کے بڑے بڑے فارم۔ دیو کے بڑے بڑے پراجکٹ غلہ نہیں سونا اگا رہے ہیں۔ سائنس کی تعلیم نے انھیں کرہ ارضی سے اٹھا کر چاند کی سطح پر پہونچا دیا ہے مگر اخبارات کے صفحات بتاتے ہیں کہ امریکہ میں اسباب عیش و راحت کی فراوانی کے باوجود جو چیز ڈھونڈے سے نہیں ملتی وہ ہے ذہنی سکون۔

بڑے بڑے ماہرین نفسیات دن رات سوچتے رہتے ہیں کہ امریکہ کے نوجوان بے چین کیوں ہیں۔ توڑ پھوڑ اور ہنگاموں کے واقعات کیوں بڑھتے جا رہے ہیں۔ بے حیائی اور عریانی نقطۂ عروج پر کیوں پہنچ رہی ہے۔ جرائم کی تعداد میں روز بروز اضافہ کیوں ہو رہا ہے؟ ان سوالات کے جوابات مختلف انداز سے لوگ سوچتے ہیں مگر ان کا صحیح حل ابھی تک نہیں معلوم ہو سکا۔

ان حالات کو پڑھ کر مذہب پرست لوگ کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ سب نتائج ہیں مذہب بیزاری کے۔ اگر مذہبی تعلیم ہوتی تو یہ آوارگی اور بے راہ روی نہ ہوتی مگر تاریخ کے طالب علم کے سامنے زندگی کا وہ رخ بھی موجود ہے کہ مذہب پرستوں نے مذہبی جنون کے تحت خدا اور خدا کے رسول کا نام لے کر نہ جانے کتنا خون بہایا، کتنا ظلم کیا۔ روحانیت کی آڑ میں نہ جانے کتنی سیہ کاریاں ہوئیں، یورپ کے عیسائیوں اور یہودیوں نے ایسا ہی کیا اور مسلمانوں میں بھی سیہ کاروں کی تعداد کچھ کم نہیں ہے۔

ان سب حالات پر غور کرنے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ جس طرح لادینی ادارے دنیا کے انسانیت کو تباہ کرتے ہیں اسی طرح دینی ادارے بھی غلط انداز سے مذہبی تعلیم دیکر انسانوں کو ناکارہ بنا دیتے ہیں اور انسانیت کو نقصان پہونچاتے ہیں۔ اس موقع پر اورنگ زیب کی گفتگو کا ایک حصہ پیش کر دیا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔ یہ گفتگو ...... سے ہوئی تھی جس کا ایک طویل اقتباس "مسلمانوں کا عروج و زوال" میں مولانا سعید احمد صاحب نے نقل فرمایا ہے:۔

"اگر آپ مجھے وہ علم سکھاتے جو عقل اور سمجھ کے اصولوں پر دماغ کی تربیت کرتا، اور اسے صحیح اور وزنی دلائل کا طلبگار بناتا یا مجھے وہ باتیں پڑھاتے جن سے روح کو عظمت حاصل ہوتی ہے یا وہ اصول بتاتے جن سے حوادث زمانہ کے مقابلہ میں انسان اتنا مضبوط ہو جاتا ہے کہ نہ مصائب اسے پریشان

کر سکتے ہیں اور نہ خوشی اور کامیابی سے اس کا دماغ بگڑتا ہے یا اگر آپ مجھے انسانی فطرت کے رموز سے واقف کرا دیتے۔ یا مجھے دنیا کا اس کے مختلف حصوں کا اور اس کے نظام کا پورا پورا حال بتا دیتے تو مجھ پر آپ کے احسانات سکندر اعظم پر ارسطو کے احسانات سے بڑھ کر ہوتے۔"

اورنگ زیب کی تعلیم کے لیے اُس دور کے بہترین اساتذہ مقرر کیے گئے ہوں گے۔ ان کی تعلیم و تربیت ہی کی بدولت وہ ایک بہترین قسم کا سپاہی، بیدار مغز شہنشاہ اور منکسر المزاج مومن تھا لیکن بعض اساتذہ سے اسے شکایت رہی جن میں ایک وہ تھے جن کے بارے میں اقتباس دیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا اقتباس سے نظام تعلیم کے بارے میں اورنگ زیب کے نقطۂ نظر کے حامل مندرجہ ذیل اصول مرتب کیے جا سکتے ہیں :-

۱۔ نظامِ تعلیم نفسیات کی بنیاد پر ہونا چاہیے جو انسانی فطرت کے رموز سے واقف کرائیے۔

۲۔ نظام تعلیم صرف نظری نہ ہو بلکہ عملی اور تجرباتی ہو۔

۳۔ اس کے اصولوں میں اتنی قوت اور پاکیزگی ہو کہ روح کو عظمت حاصل ہو سکے۔

۴۔ اس کے اصول اتنے جاندار ہوں ہو کہ متعلم میں جرأت، استقلال اور انکسار پیدا ہو سکے۔

۵۔ اس نظام تعلیم میں شریعت کے اصولوں کے علاوہ تاریخ، جغرافیہ سیاسیات وغیرہ کی تعلیم بھی شامل ہو۔

مسلمانوں کے عروج کے زمانہ میں اسلامی نظام تعلیم یقیناً جاندار تھا۔ اس کے شاندار نتائج دنیا کے سامنے آئے ان کی تفصیلات دینے کا یہاں موقع نہیں ہے۔ انشاءاللہ آئندہ کبھی تفصیل سے لکھا جائے گا۔ لیکن مسلمانوں کے زوال کے مختلف اسباب میں ایک سبب یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کا نظام تعلیم تعطل اور جمود کا شکار ہو گیا۔ قدیم ترین مسائل، قدیم ترین انداز مناظرہ، قدیم منطق۔ قدیم فلسفہ آج تک بہت سے دینی اداروں میں پڑھائے جاتے ہیں جہاں سے ایسے افراد پیدا ہوتے ہیں جو بے معنی قسم کی بحثیں تو کر سکتے ہیں مگر جدید حالات اور جدید مسائل سے بالکل ناواقف ہیں۔

اب آیئے دیکھیں مولانا مودودی نے نظام تعلیم کے بارے میں کن خیالات کا اظہار کیا ہے۔

مضمون کے ابتدائی حصہ میں تعلیم کے بارے مولانا مودودی کا نقطۂ نظر پیش کر چکا ہوں۔ اب ایک دوسرا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

" نیا نظام تعلیم " میں مولانا نے لکھا ہے :-

"علم سے کیا مراد ہے۔ اس مسئلہ کا حل سمع بصر اور فواد کے الفاظ ہی میں پوشیدہ ہے۔ کلام الٰہی میں یہ تینوں لفظ مجرد سننے دیکھنے اور سوچنے کے معنی میں استعمال نہیں ہوئے ہیں بلکہ سمع سے مراد دوسروں کی فراہم کردہ معلومات حاصل کرنا ہے بصر سے مراد خود مشاہدہ کر کے واقفیت بہم پہنچانا ہے اور فواد سے مراد ان دونوں ذرائع سے حاصل کی ہوئی معلومات کو مرتب کر کے نتائج اخذ کرنا ہے۔"

اس اقتباس کے مطالعہ سے تعلیم کے مندرجہ ذیل اصول مرتب ہوتے ہیں :-

۱۔ اسلامی نظامِ تعلیم میں حواس کا استعمال اور اس کی تربیت بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔

۲۔ نفسیاتی انداز سے تعلیم دینا الہامی طریقہ کار ہے۔

۳۔ تمام سابقہ علوم و فنون سے استفادہ کو نہ صرف مفید بلکہ ضروری قرار دیا گیا ہے۔

۴۔ نئے نئے مشاہدات اور تجربات نہ صرف دُنیا کے نقطۂ نظر سے بلکہ دینی نقطۂ نظر سے بے انتہا ضروری ہیں۔

۵۔ سوچنا غور و فکر کرنا اس نظام تعلیم کا ایک اہم ترین رخ ہے۔

ان پانچ باتوں کی اگر مزید وضاحت کی جائے تو اس میں جدید مغربی نظام تعلیم کے تمام فلسفوں کے اچھے پہلو آ جاتے ہیں۔

IDEALISM کا یہ پہلو کہ خالق کائنات انسانی اقدار کا سرچشمہ ہے اس میں موجود ہے HUMANISM کا یہ پہلو کہ تقویٰ اور انسانیت کا احترام نظام تعلیم کی بنیاد ہے اس کی روح بھی یہاں کارفرما ہے۔ ENCYCOPAEDISM کا یہ رخ کہ کتابی علوم ذہنی تربیت کے لیے بہت ضروری ہیں یہ نقطۂ نظر بھی اسلامی نظام میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

NATURALISM کا یہ انداز کہ بچہ کو فطرت کے حوالہ کر دیا جائے فطرت اسے خود تعلیم دے گی اگر اس میں غلو نہ ہو تو اسلامی نظام تعلیم فطرت کی کتاب پڑھنے اور سبق حاصل کرنے پر کافی زور دیتا۔ برگ درختاں سبز در منظر ہوشیار

ہر ورق دفتریست معرفت کردگار

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم جو ساری دنیا کی قیادت کرنے والے تھے آپ کی ابتدائی تربیت بھی ایک کھلی ہوئی دیہاتی فضا میں پہاڑوں اور میدانوں میں بکریاں چراتے ہوئے فطری انداز میں ہوئی تھی، حضورؐ کی زندگی کا یہ دور بھی نظام تعلیم کو چند بہترین فطری اور نفسیاتی اصول عطا کر سکتا ہے REALISM کی الحاد پرستی کا اسلامی نظام تعلیم بالکل ضد ہے اور اس نے جو فساد دنیا میں پھیلا رکھا ہے اسے بڑی قوت اور دانش مندی کے ساتھ اسلامی نظام دور کرنے کی صلاحیت اور قوت رکھتا ہے۔ لیکن اس نظام نے سائنس پر جس قدر زور دیا ہے اسلامی نظام اس معاملہ میں اس سے پیچھے نہیں ہے۔

ڈیوی نے جس PRAGMALISM تجربیت کی داغ بیل ڈالی ہے۔ اس کی بھی اسلامی نظام تعلیم میں اچھی خاصی گنجائش موجود ہے۔ البتہ اسلام ان تجربات پر پابندی عائد کرتا ہے جو حیا سوز اور انسانیت سوز ہوں یا کسی اور لحاظ سے حرام چیزوں کے دائرے میں آ رہے ہوں۔

مغربی نظامِ تعلیم نے مخلوط تعلیم کا تجربہ کیا۔ جدید نصاب تعلیم نے عشقیہ افسانے اور ناولیں پڑھائیں۔ جنسی معلومات بہم پہونچانے کے لیے جنسی مضامین، تصاویر اور فلم وغیرہ دکھائے جذبات کے احترام میں انفرادی آزادی کو کھلی چھٹی دیدی، آرٹ کے نام پر عورت کو عریاں کر کے کینوس پر پیش کیا، پھر اسے اسٹیج پر گھسیٹ لائے۔ شادی سے پہلے کورٹ شپ کی اجازت دی۔

ان سب تجربات کا انجام کیا ہوا؟ جنسی انارکی، اخلاقی بے راہ روی۔ ذہنی انتشار۔ اسلام اس قسم کے تجربات کی کبھی اجازت نہ دے گا۔ کیونکہ خالقِ کائنات اچھی طرح جانتا ہے کہ کونسی باتیں انسان کے لیے مفید ہیں اور کونسی مضر ہیں۔

ہمارے ملک میں مغربی تعلیم کی اندھی تقلید نے ایسے نوجوانوں کی ایک فوج تیار کر لی ہے جو قابلیت تو کم رکھتے ہیں مگر قابلیت کا زعم ان میں بہت زیادہ ہے۔ لڑکیوں کو چھیڑنا استادوں کو پیٹنا قتل کی دھمکی دینا۔ مذہب کا مذاق اڑانا۔ بے ٹکٹ سفر کرنا جوا کھیلنا، شراب پینا۔ بدکاریوں میں لت پت ہونا، اب آئے دن کا مشغلہ بن گیا ہے۔ افسوس، ٹیگور، گاندھی جی اور ڈاکٹر رادھا کرشنن جیسے مخلص مفکرین کی مذہب پسندی بھی آنے والے سوشلسٹ نظام کو نہیں روک سکی۔

مسلمانوں کے اسکولوں اور کالجوں میں اسلامیات کا ایک چھوٹا سا دم چھلا لگا دیا جاتا ہے اور سب مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم نے حق ادا کر دیا۔ مگر اس تضاد اور ٹکراؤ کو دیکھیے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ اسلامیات کے گھنٹہ میں مولوی صاحب بتاتے ہیں کہ کائنات اور کائنات کی تمام اشیاء کو پیدا کرنے والا ایک خدا ہے۔ سائنس اور جغرافیہ کے گھنٹے جب ہوتے ہیں تو پروفیسر صاحبان ان ہی لڑکوں کو پڑھاتے ہیں کہ ساری کائنات اور کائنات کی تمام چیزیں خود بخود وجود میں آ گئیں۔ بتائیے لڑکے

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

تعلیمی ہفتہ

بچوں کا اجتماع

آنکھوں دیکھا حال

تعلیمی ہفتہ ہر سال منایا جاتا ہے اس سال بھی منایا گیا۔ لیکن اس سال میں کچھ اور بڑا ہو گیا ہوں، ہفتے کے تمام پروگراموں میں، میں نے بڑی دل چسپی سے حصّہ لیا۔ کھیلوں میں مشاعرے میں، بیت بازی میں سب میں بڑا مزہ آیا، اور ایک میں ہی کیا ہمارے سب ساتھیوں نے خوب لطف اٹھایا۔ خدا کرے ہماری درس گاہ کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی ہو۔ اس کے رنگا رنگ پروگرام سدا بہار باغ کی طرح ہمیشہ جاری رہیں اور اس باغ کی بلبلیں ہمیشہ چہکتی پھولتی رہیں۔ اور ہماری درس گاہ کا باغ ہمیشہ ہرا بھرا رہے۔

لیکن میرے ہم عمر کتنے ہیں جو معلوم نہیں کہاں کہاں کن کن شہروں میں رہتے اور کن بستیوں میں بستے ہیں وہ بیچارے ہمارے دلچسپ پروگراموں سے محروم رہتے ہیں، ہمارے ساتھ کھیلوں میں شریک نہیں ہو پاتے، مشاعرہ اور بیت بازی سے لطف نہیں اٹھا پاتے۔ نمائش اور بچوں کے اجتماع کی دل چسپیوں میں جو مزہ ہے وہ مزہ انہیں نہیں مل پاتا۔ ہم خوش نصیب ہیں ہمیں بڑا مزہ آتا ہے۔ تعلیم بھی حاصل کرتے ہیں تربیت بھی پاتے ہیں اور لطف یہ کہ مزے مزے کے پروگراموں سے لطف بھی اٹھاتے ہیں۔ مگر ننھے ساتھیو! غمگین نہ ہو ہماری درس گاہ بڑی اچھی ہے۔ ہمارے چچا میاں یعنی ہمارے سب استاد بڑے اچھے ہیں۔ انھوں نے سوچا ہم اپنی ملّت کے ان بچوں کو بھی ان پروگراموں سے فائدہ اٹھانے کا سامان کریں گے تاکہ وہ بھی کچھ نہ کچھ تو ہمارے ساتھ مزے میں شریک ہو ہی جائیں جانتے ہو انھوں نے اس کے لیے کیا کیا؟ یہ میگزین جو آپ کے ہاتھ میں ہے یہ اسی لیے تو جاری کیا ہے۔ اچھا لو سنو اب بچوں کے اجتماع کا آنکھوں دیکھا حال، سنو، دیکھو کتنا دل چسپ ہے یہ پروگرام۔

۱۷ مارچ کو مغرب کی اذان ہوئی ہم لوگوں نے نماز جماعت سے ادا کی اور نمائش دیکھنے کے لیے درس گاہ پہونچ گئے۔ درس گاہ کا صحن ایک بڑا ہال نظر آ رہا تھا۔ شامیانے کی چھت کتنی اچھی معلوم ہو رہی تھی، چاروں طرف جگمگ جگمگ ہو رہا تھا، ہم نمائش کے کمروں میں گھومتے رہے، زینوں سے اترتے اور پھر زینوں پر چڑھتے رہے۔ نمائش کا وقت بڑی جلدی ختم ہو گیا۔ عشاء کی اذان ہوئی سب لوگ مسجد چلے گئے آدھے گھنٹے میں سب واپس آگئے، اور دیکھتے ہی دیکھتے شامیانے اور صحن کا ہال کھچا کھچ بھر گیا۔ ۱۵ منٹ پہلے چچا میاں ڈائس پر نظر آنے لگے، پروگرام میں حصّہ لینے والے ساتھیوں کو ڈائس کی دائیں جانب ترتیب سے بٹھایا، پھر چچا میاں نے اعلان کیا، پروگرام ان شاء اللہ ٹھیک وقت پر شروع ہوگا نو بجنے میں صرف پانچ منٹ باقی ہیں، پھر ہم نے کیا دیکھا۔ ڈائس پر بچھی ہوئی

کرسیوں پر جناب عزیز منظور صاحب شمسی درجہ ششم صدر جمعیۃ الطلبہ اور جناب معراج محمد صاحب درجہ ہشتم سکریٹری جمعیۃ الطلبہ آکر بیٹھ گئے۔ یہ دونوں اس وقت کتنے بھلے معلوم ہو رہے تھے، ایک بڑے شامیانے کے نیچے ایک بڑے سے ڈائس کے اوپر ننھے صدر اور لمبو ترے سکریٹری جیسے دو خوبصورت گلدستے ہوں ان کے آگے ایک چھوٹی سی میز پر دو خوبصورت گلدستے رکھے بھی تھے۔ کیسا اچھا سماں کیسا اچھا منظر۔

پروگرام شروع ہونے میں صرف ایک منٹ باقی ہے، چچا میاں کی آواز گونجی۔ ہم نے کان کھڑے کیے اور سنبھل کر بیٹھ گئے۔

اتنے میں سکریٹری صاحب کی آواز آئی نَحْمَدُہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ حضرات ہمارے اس مبارک اجتماع کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوگا۔ قاری محمد وسیم صاحب درجہ اول تشریف لائیں، محمد وسیم صاحب ننھے منے قاری اپنی جگہ سے اٹھے اور ڈائس پر آکر مائک کے سامنے کھڑے ہوئے۔ آپ نے ننھی منی آواز اور معصوم لہجے میں سورۂ فاتحہ تلاوت کی، لوگوں نے بڑے ادب سے کلام پاک سنا، ریحان اختر صاحب درجہ اول سے ننھی منی حمد سماعت فرمائیے معراج صاحب کی آواز گونجی اور ایک منا سا بچہ ڈائس پر نمودار ہوا پیارا بچہ پیاری حمد،

خالق سب کا ہے رازق سب کا ـــــ اللہ اللہ
مالک سب کا ہے حاکم سب کا ـــــ اللہ اللہ

اب میں اپنی جمعیۃ کے صدر جناب عزیز منظور صاحب سے گذارش کروں گا کہ خطبۂ صدارت پیش فرمائیں چنانچہ صدر صاحب اپنی کرسی سے اٹھے اور مائک پر تشریف لاکر ایک بہترین خطبہ دیا۔ آپ نے اپنے خطبہ میں تعلیمی ہفتہ کے مقاصد کے علاوہ درسگاہ کے نصاب اور پروگرام پر بھی روشنی ڈالی، سامعین نے آپ کے خطبے کو بڑے سکون اور توجہ کے ساتھ سنا۔ آپ نے تقریر ختم کی تھی کہ دوسرے مائک سے آواز آئی، ایک بار پھر کلام ربانی سے دلوں کو گرما لیجیے۔ قاری نعمان جلیس صاحب تشریف لائیں اور تلاوت کلام پاک سے روح کو تازہ کریں۔ نعمان جلیس صاحب درجہ ششم مائک پر تشریف لائے اور چند منٹ کے لیے فضا میں روحانی لہریں پیدا کر کے چلے گئے۔ تو اناؤنسر نے کہا روح پرور نغمہ اور حمد کا ترانہ سماعت فرمائیے۔ نعمت اللہ اور ان کے ساتھی محمد ادریس رامپوری اور افتخار احمد خاں فرخ آبادی۔ درجہ ششم کے تینوں لڑکے آئے، خوش الحانی، جوش و خروش اور حق و صداقت سے بھرپور ترانہ حمد سنایا۔

حمد و ثنا ہو تیری کون و مکان والے
اے رب ہر دو عالم دونوں جہاں والے
بن مانگے دینے والے عرش و قرآن والے
گرتے ہیں تیرے در پر سب آن بان والے
بے شک رحیم ہے تو رحمت نشان والے

ترانہ سن کر مجمع مگن تھا کہ ایک صدا بلند ہوئی، ادب سکھانے والی تاریخی کہانی سنانے نعیم احمد صاحب درجہ دوم آرہے ہیں۔ نعیم صاحب آئے اور ہارون رشید کے دونوں بیٹوں امین و مامون نے جو امام مالکؒ اپنے استاد کی جوتیاں اٹھانے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہی تھی بلکہ دونوں جھگڑ پڑے تھے اور ان کے استاد نے فیصلہ کیا تھا کہ ایک ایک جوتی دونوں شہزادے سیدھی کردیں۔ یہ کہانی سنائی اور نعیم صاحب اشاروں اشاروں میں استاد کا ادب سکھا کر بڑے ادب سے اپنی جگہ پر جاکر بیٹھ گئے۔ اناؤنسر نے اعلان کیا کچھ لطیفوں سے لطف اٹھائیے، احتشام الحق صاحب درجہ دوم لطیفے پیش کرنے آرہے ہیں۔ احتشام صاحب آئے اور فضا میں لطف بکھیر کر چلے گئے۔ سکریٹری صاحب پھر بولے بارگاہِ رب العزت میں دعا کا نذرانہ پیش کرنے کچھ بچے آرہے ہیں۔ سنبھل کے آصف رضا، بنارس کے ایوب خاں، اور حبیب احمد رامپوری تشریف

لائیں۔ بچے آئے اور بچکانہ انداز میں دعا پیش کی۔

نورِ ایمان سے مرے دل کو منور کر دے ؛ سنگریزہ ہوں ابھی میں مجھے گوہر کر دے
گرنے والوں کو اٹھا پست کو بالا کر دے ؛ ہر جگہ آج زمانے میں اجالا کر دے

اس کے بعد فہیم محمد صاحب درجہ دوم ڈائس پر نمودار ہوئے اور پیارے نبیؐ کی پیاری زندگی سے حیا کا سبق کہانی کی زبان میں دیا۔ اس کے بعد اعلان ہوا۔ فیروز شاہ درجہ دوم آپ کو گدگدانے آرہے ہیں لطیفے سنیے اور مسکرائیے۔ فیروز شاہ آئے اور لطیفوں کے ذریعہ فضا میں مسکراہٹ بکھیرنے کی کوشش کی، لوگ مسکرائے، ہنسے اور ایسے بھی تھے جو سنجیدگی سے مُنتے سے بچے کی اس جرأت پر داد دیئے بغیر نہ رہے کہ وہ بے دھڑک ڈائس پر آیا، بے جھجک لطیفے پیش کیے اور چلا گیا۔

اناؤنسر کی آواز گونجی، پیارے نبیؐ کی تعلیم پر اگر دنیا چلنے لگے تو امن کی پیاسی دنیا کو امن و امان نصیب ہو جائے، پیارے نبیؐ کے رحم و کرم کے متعلق کچھ عرض کرنے جناب سعید اختر صاحب درجہ پنجم آرہے ہیں چنانچہ سعید صاحب آئے اور اپنے خاص انداز بیان میں تقریر کی آپ نے رحم و کرم کے متعلق نبیؐ کی تعلیم پر مثالوں کے ذریعہ روشنی ڈالی اور آخر میں کہا، ساتھیو! غور کرو ایسی اچھی تعلیم نبیؐ کے علاوہ اور کون دے سکتا ہے کون اتنا رحم دل ہو سکتا ہے کہ انسان تو انسان جانوروں تک کے آرام و راحت کا اتنا خیال رکھے۔

سکریٹری صاحب نے درجہ دوم کے بچوں کو پکارا اور اعلان کیا معصوم بچے اپنی معصوم تمنا ؤں کا اظہار کرنے آپ کے سامنے آرہے ہیں نعیم، فہیم اور کریم۔

تینوں بچے آئے مائک کی لمبائی بچا یہاں نے گھٹا دی بچوں کی خوش الحانی سے فضا گونج اٹھی۔

یہ چیز بنوں وہ چیز بنوں ؛ دل میرا مچلتا رہتا ہے
تب امی مجھ سے کہتی ہیں ؛ انسان بنو تو بات بھی ہے
وہ سب سے اچھا ہوتا ہے

لطیفوں سے ایک بار پھر لطف اٹھائیے، جناب خورشید اکرام صاحب درجہ دوم آئیں اور لطیفے پیش کریں۔ مائک گونجا۔

لوگوں نے دیکھا مائک کے سامنے ایک بچہ کھڑا ہے، اس نے کہا:

بیٹا (باپ سے) "ابا جان! اب تو ہم مالا مال ہو جائیں گے"
باپ: "بیٹا! وہ کیسے؟"
بیٹا: "ہمارے ماسٹر صاحب نے ہمیں پیسوں سے روپے بنانا سکھا دیا ہے۔"

اناؤنسر نے کہا، آج دُنیا بھیڑیوں کا جنگل بن کر رہ گئی ہے۔ لڑتی مرتی دُنیا کو اسلام اور اتحاد کا پیغام سنانے جناب زبیر اقبال صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ زبیر اقبال صاحب درجہ ششم آئے اور فطری خطابت کا مظاہرہ کیا، آپ نے کہا اسلام علی الاعلان کہتا ہے اے کالے گورے انسانو! اللہ کی اطاعت پر متحد ہو جاؤ۔ کامیاب ہو گے جنت پاؤ گے کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔

آخر میں آپ نے کہا، ساتھیو! یاد رکھو کامیابی کا دامن اسلام اور اتحاد سے وابستہ ہے۔

اس کے بعد عبداللہ ظفر درجہ دوم آئے اور لطیفوں کے ذریعہ لوگوں کو گدگدا کر چلے گئے۔

مائک سے گونج پیدا ہوئی اپنی سریلی آواز سے اپنی قومی زبان میں پیغام بیداری سنانے اصغر امام بہاری اپنے احمد آبلوی اور کلنور نی ساتھیوں کے ساتھ اسٹیج پر آرہے ہیں۔ لوگوں نے دیکھا کہ اصغر امام، اسلم خاں اور محمد حنیف درجہ پنجم کے طالب علم اسٹیج پر آئے اور انھوں نے فضا میں نغمہ بکھیرنا شروع کیا۔

ٹک نیند سے انکھیاں کھول ذرا ، او غافل رب سے دھیان لگا
یہ پریت کرن کی ریت نہیں ؛ رب جاگت ہے تو سووت ہے
اٹھ جاگ مسافر بھور بھئی اب رین کہاں جو سووت ہے

ایک خوش خبری سنیے اناؤنسر کی آواز گونجی، اب آل انڈیا بزدل کانفرنس منعقد ہوگی، یہ ایک مزاحیہ، پرلطف مگر بامقصد مکالمہ پیش کرنے والے ہیں سہیل احمد بلیاوی احمد مالیگانوی، اظہار احمد گورکھپوری، ظفر امام اور اصغر امام مولانش گنج نواب جان اور نور الحسن رام پوری،

خوش خبری سنتے ہی لوگوں کے چہرے کھل گئے، خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ساتھ ہی کچھ دیر کے لیے سناٹا بھی چھا گیا۔ صدر آئے، سکریٹری آئے، کرڑا کا لکھنوی، بنگالی بابو بمبئی کے سیٹھ اور دہلی کے سرحدی پٹھان، شیر گل، سب نے اپنی اپنی بزدلی کی داستانیں سنائیں اور حکومت سے انعام کی مانگ کی۔ ہال میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کارروائی ختم ہوئی تو آخر میں درویش بابا نے صدا بلند کی۔

ایک خدا سے ڈرے بابا! | ایک خدا سے ڈر ——
ایک، خدا سے ڈرنے والا | کب کھاتا ہے خوف کسی کا
. ایک خدا سے ڈر بابا!

صدا پر کانفرنس کے ارکان نے دھیان دیا اور اس سے اثر قبول کیا اس کے بعد صدر اور سکریٹری صاحبان نے اپنی کرسیاں پھر سنبھالیں۔ قاری جنید اختر آئے اور کلام ربانی سے ایمان تازہ کر کے چلے گئے تو۔

اسلام کی سرکاری اور مقدس زبان عربی میں مقصدِ زندگی کی کچھ وضاحت کرنے خود سکریٹری صاحب سامنے آئے اور آپ نے ایک اچھے انداز میں تقریر کی۔ اس کے بعد جناب معراج محمد صاحب نے اعلان کیا دنیا کی تمام زبانیں اللہ کی نشانیاں ہیں۔ دنیا کی ہر زبان میں خدا کا پیغام ہمیں پیش کرنا ہے۔ بین الاقوامی زبان میں تقریر کرنے جناب امداد حسین صاحب مظفر پوری تشریف لا رہے ہیں۔ امداد صاحب نے اور انگریزی میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ آپ نے کہا۔ دنیا کے تمام دکھوں کا علاج اور ساری سمسیاؤں اور جملہ مسائل کا حل اگر ہے تو صرف اسلام میں ہے۔ کیونکہ دوسرے تمام ازم اپنا اپنا نعرہ دکھا کر فیل ہو چکے ہیں۔ انگریزی کی اس تقریر کے بعد مائک سے اعلان ہوا بھارتی بھاشا میں ایک تقریر سنیے۔ محمد طاہر صاحب درجہ پنجم آتیں اور احتیاط کے موضوع پر ہندی میں تقریر فرمائیں۔ ہندی کی اس تقریر کے بعد اعلان ہوا۔ آج دنیا میں جھوٹ کا چلن ہو گیا ہے۔ ہر جگہ جھوٹ کا راج ہے اسی لیے سچائی کی تلقین کرنے مسرور احمد صاحب اور ان کے ساتھی عارف محمود اور محمد شاہد صاحب آرہے ہیں۔

بلاسے ہم کو ملے دار آؤ سچ بولیں | دکھائیں جرأتِ گفتار آؤ سچ بولیں
یہی ہے عظمتِ کردار آؤ سچ بولیں

سکریٹری صاحب پھر بولے، فاروقِ اعظمؓ کے عہد زریں کی ایک جھلک دکھانے جناب ابرار حسین صاحب مظفر پوری درجہ پنجم آرہے ہیں۔ ابرار صاحب آئے اور فاروقی دور کی ایک جھلک دکھلا کر چلے گئے۔ آپ نے بتایا فاروق اعظمؓ کے دور میں کثرت سے اسلام پھیلا اور اسلام کی مزید اشاعت کے لیے آپ راستہ صاف کر گئے آپ کے دورِ خلافت میں ایک ہزار چھتیس شہر فتح ہوئے اور اسلامی ملکوں کا رقبہ بائیس لاکھ اکیاون ہزار تیس مربع میل تک پھیل گیا۔ مقرر نے کہا، آپ نے اپنے دس سالہ دور میں ایسے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے جن کی نظیر تاریخ اسلام ہی نہیں تاریخ عالم میں بھی ڈھونڈے نہ ملے گی۔ سکریٹری صاحب نے اعلان کیا فرشتہ صفت بچہ بری صحبت سے شیطان بن جاتا ہے اس حقیقت کا انکشاف کرنے جنید اختر صاحب درجہ سوم آرہے ہیں، اچانک ایک بچہ ڈائس پر نمودار ہوا اور مائک پر آکر اس نے اپنے اچھوتے انداز میں کہانی سنانا شروع کی، ایک پراثر کہانی اور دلکش انداز بیان اللہ اللہ۔

معراج صاحب پھر بولے، سائنس کی ثابت شدہ

حقیقتوں سے اسلامی عقائد بالکل نہیں ٹکراتے بلکہ سائنس اسلامی عقائد کے لیے ایک حد تک معاون اور مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اس حقیقت پر روشنی ڈالنے جناب عبدالصمد صاحب درجہ ہفتم آرہے ہیں۔ عبدالصمد صاحب ڈائس پر آئے اور فطری انداز بیان میں تقریر کرنا شروع کی۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا، حضرات! اب کائنات کا فنا ہونا سائنس کی نظر میں بھی ناممکن نہیں رہا، بڑے غور و فکر کے بعد سائنسداں اس نتیجے پر پہونچے ہیں کہ روشن اجرام فلکی ہائیڈروجن سے بنے ہوئے ہیں۔ سورج کے پیٹ میں تقریباً دو کروڑ درجہ سنٹی گریڈ کی حرارت پائی جاتی ہے جس سے ہائیڈروجن گیس جل جل کر ہیلیم گیس میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ سورج کے وزن میں ۲۰ لاکھ ٹن کی کمی فی سکنڈ ہو رہی ہے۔ ساری ہائیڈروجن جل چکنے پر سورج بے نور اور سرد ہو جائے گا۔ تقریر ختم ہوئی تو اعلان ہوا نعمان جلیس صاحب اور ان کے ساتھی عقیل جاوید صاحب اور ایانالدین صاحب نظم کے لہجے میں اپنے ساتھیوں کو تلقین کرنے آرہے ہیں۔ تین بچے نمودار ہوئے اور انہوں نے فضا میں خوشگوار نغمہ بکھیرنا شروع کیا۔

ہر حال میں خدا کو پکارا ہے ساتھیو!
کافی مجھے اسی کا سہارا ہے ساتھیو!
آؤ کہ عام جلوۂ حسنِ یقیں کریں
یہ فرض میرا اور تمہارا ہے ساتھیو!

اناؤنسر کی صدا پھر گونجی تاریخ کے جھروکوں سے جھانک کر دیکھیے وہ آپ سے کچھ کہتی ہے سنیے، اور عبرت حاصل کیجیے۔ راشد بیگ صاحب تشریف لائیں اور تاریخ کی سیر کرائیں۔ راشد بیگ صاحب درجہ ہشتم آئے اور بڑے جوش و خروش سے تاریخ کے جھروکوں سے جھانک کر دیکھا اور دکھایا۔ آپ نے کہا اس صدی کی بات ہے کہ آپس کی پھوٹ اور اپنوں سے بیر کے نتائج میں آلِ عثمان کی قائم کردہ مرکزیت اور خلافت پارہ پارہ ہو کر رہ گئی اور آیات الٰہی کے نگہبان عربوں نے اپنی میراث۔

ع گلیم بوذر و دلقِ اویس و چادرِ زہرا

اتار کر رکھ دی اور اغیار کی نقالی میں اب اپنا سب کچھ کھوتے چلے جارہے ہیں۔ راشد صاحب نے تاریخ کی بہت سی مثالوں سے ثابت کیا کہ اسلام کی علمبرداری نے مسلمانوں کو عروج عطا کیا اور اس سے غفلت نے انہیں ذلت و خواری کے گڑھے میں ڈھکیل دیا۔ بہرحال آپ تاریخ کی سیر کرا کے واپس ہوئے تو اعلان ہوا۔ سب زبانیں ہماری اپنی زبانیں ہیں ہندی بھی ہماری اپنی زبان ہے ہندی بھاشا میں ہمارا سندیش سنیے چنانچہ اظہار احمد صاحب گورکھپوری درجہ ہشتم آئے اور اسلام کا پیغام ہندی زبان میں پیش کیا اس کے بعد سکریٹری صاحب نے خوش خبری سنائی، اب ایک انوکھا ڈرامہ اسٹیج ہوگا۔ مکالمہ کا عنوان ہے "انوکھا انتقام" پیش کرنے والے ہیں جاوید قادر حیدرآبادی، افتخار احمد خاں فرخ آبادی، محمد قاسم کلکتوی، مطلوب احمد، صغیر احمد، عقیل جاوید، حبیب الرحمٰن نعمان جلیس، عطاء الرحمٰن عمر سعید اور نور الحسن رامپوری، چنانچہ شیخ آئے، شیخ کا بھائی آیا، وادیٔ احمر اور وادیٔ اسود کے نمائندے آئے۔ دھوکے سے قتل کرنے والا پردیسی پناہ ڈھونڈتا ہوا آیا۔ کئی لوگ قاتل کی تلاش میں سرگرداں آئے۔ اور ڈرامہ کامیابی سے اسٹیج ہوا۔ سب خاموش اور مبہوت تھے۔ اسلامی ہمدردی، خدمت خلق، اخلاقت، عفو و درگذر اور انفعال کے بہتر اثرات سے بھرپور ڈرامہ ختم ہوا تو اعلان کیا گیا ایک بار پھر کلام ربانی سے دل و دماغ معطر کر لیجیے جناب قاری محمد قاسم صاحب بدایونی درجہ سوم نے کلام ربانی سے فضا کی پاکیزگی میں اضافہ کیا پھر اعلان ہوا (باقی صفحہ ۳۱ پر)

تعلیمی ہفتہ

بچوں کا مشاعرہ

۱۶ ۔ مارچ کو مرکزی درس گاہ جماعتِ اسلامی ہند کے کشادہ صحن میں درس گاہ کے بچوں کی بزم مشاعرہ منعقد ہوئی۔ اس مشاعرے میں صدارت کا منصب ارشد امین رامپوری متعلم درجہ ششم کو سونپا گیا اور اسٹیج سکریٹری کے فرائض عزیر منظور رامپوری متعلم درجہ ششم نے انجام دیئے۔

پورا پنڈال طلبہ، طلبہ کے سرپرستوں اور معزز شہریوں سے بھرا ہوا تھا خواتین بھی بہت بڑی تعداد میں آئی تھیں جن کے بیٹھنے کا انتظام درس گاہ کے بالائی حصہ پر کیا گیا تھا۔ رات کے ۹ ½ بجے مشاعرے کی کارروائی شروع ہوئی۔ مائک سے اناؤنسر کی آواز بلند ہوئی "میں سب سے پہلے عبدالوہاب کلکتوی متعلم درجہ سوم کو زحمت دوں گا کہ وہ نعت شریف سے اس مشاعرے کا آغاز فرمائیں۔" اور عبدالوہاب نے مائک کے سامنے آکر خوش گوار لہجہ میں پڑھنا شروع کیا۔ مجمع ہمہ تن گوش تھا۔

پاپوں کا اندھیرا چھایا تھا بادل سا گھر کر آیا تھا
تھا پاپ ہی پاپ زمانے میں ہر دل میں پاپ سمایا تھا
اللہ نے اپنی قدرت سے اک چاند عرب میں چمکایا
کیا خوب کرشمہ قدرت کا دنیا والوں کو دکھلایا
اس چاند کا نام محمدؐ ہے کتنا میٹھا، کیسا پیارا
اس نام سے دُنیا روشن ہے اس نام سے ہر جگ اجیارا
بندوں کو خدا کی رحمت کا مژدہ وہ سنانے آئے تھے
کس طور سے ہم دنیا میں رہیں خود وہ کے بتانے آئے تھے

عبدالوہاب نعت سنا کر ہٹے ہی تھے کہ عارف محمود رامپوری متعلم درجہ ششم مائک کے سامنے آگئے اور تحت اللفظ مگر دلچسپ انداز میں اپنی نظم سنانی شروع کی۔

اگر میرے قبضے میں ہوتا جہاز فضائی سفر سے میں رہتا نہ باز
مرے پاس ہوتی جو بندوق ایک تو لشکر کا بنتا سپاہی میں نیک
مرے پاس ہوتی اگر دوربین تو میں دیکھتا اس میں جاپان و چین
مگر ہے مرے پاس اک لالٹین
میں کرتا ہوں بس اپنے بستر پہ چین

عارف محمود کے بعد ذکاء الرحمٰن متعلم درجہ سوم مائک کے سامنے آئے اور اپنے مخصوص انداز میں "اول سے آخر تک" نظم سنا ڈالی، ان کے چند اشعار بہت پسند کیے گئے آپ بھی سن لیجیے۔

پڑھا بدھو میاں نے عمر بھر اول سے آخر تک
مگر سمجھے نہ کچھ زیر و زبر اول سے آخر تک
سدا لائے گئے ہیں کھینچ کر گھر سے وہ مکتب کو
گئے روتے ہوئے مکتب سے گھر اول سے آخر تک
اگر یوں ہی رہیں۔ گر بے پڑھے تو کیا کریں گے وہ
نہ آئے گا انھیں کوئی ہنر اول سے آخر تک

"اب ہمارے سب سے کم عمر شاعر جناب سالم محمود متعلم درجہ اطفال آپ کے سامنے آرہے ہیں۔" اناؤنسر نے اعلان کیا ــــ اور سالم محمود سنہرے رنگ کی چمچاتی شیروانی پہنے ہوئے،

قوس قزح جیسے رنگوں کی چھتری ہاتھ میں لیے ہوئے مائک کے سامنے آئے اور بڑے پیارے لہجے میں اپنی ننھی منی نظم سنائی۔

پانی برسا جھم جھم جھم
چھتری تانے نکلے ہم

راہ میں اک بھاری بھرکم
ہاتھی دیکھا بھاگے ہم

پاؤں جو پھسلا اڑڑڑ دھم
اوپر چھتری نیچے ہم

نظم کافی پسند کی گئی اور سالم محمود داد وستائش کی بارش میں نظم سنا کر اپنی جگہ واپس آئے۔

سالم محمود کے بعد درجۂ اطفال ہی کے ایک دوسرے ننھے منے طالب علم ریحان اختر رامپوری نے بھی ایک دلچسپ نظم دلچسپ انداز میں پیش کی۔

پانچ چوہے گھر سے نکلے کرنے چلے شکار
ایک چوہے کو آگئی کھانسی باقی رہ گئے چار

چار چوہوں نے مارے خوشی کے خوب بجائی بین
ایک چوہے کو بلی لے گئی باقی رہ گئے تین

تین چوہے جو رہ گئے باقی گئے کھیت میں سو
ایک چوہے کو چیل نے جھپٹا باقی رہ گئے دو

دو چوہے جو رہ گئے باقی ایک تھا ان میں نیک
نیک چوہا تو گھر کو لوٹا، باقی رہ گیا ایک

ایک چوہا جو رہ گیا باقی کرلی اس نے شادی
بیوی اس کو ملی لڑاکا ہو گئی یوں بربادی

ایک طرف سے آواز آئی "واہ واہ نظم کی نظم ہے اور ریاضی کی ریاضی۔

کافی داد وصول کرنے کے بعد ریحان اختر اپنی جگہ واپس آئے اور محمد عزیر متعلم درجہ سوم کو زحمتِ کلام دی گئی۔ انھوں نے ترنم کے ساتھ اپنی غزل سنائی۔

آنکھ آنسو بہائے تو میں کیا کروں
امتحاں گر ستائے تو میں کیا کروں

رات میں یاد کرتا تو ہوں ہر سبق
صبح کو بھول جائے تو میں کیا کروں

مدرسے کو چلا تھا مگر راہ میں
کوئی بھالو نچائے تو میں کیا کروں

حکم امی کا ہے راہ ہی پر چلو
ہر قدم ڈگمگائے تو میں کروں

محمد عزیر غزل میں اپنی مجبوریوں کا اظہار کر رہے تھے، لیکن یہ مجبوریاں کچھ ایسی دل چسپ تھیں کہ سامعین ہر شعر پر ہنس پڑتے تھے۔

اب عطاء الرحمٰن درجہ ششم کی باری تھی۔ انھوں نے "ٹوٹ بٹوٹ" کے عنوان سے ایک نظم سنائی۔

ٹوٹ بٹوٹ کے دو مرغے تھے دونوں تھے ہشیار
ایک مرغ کا نام گھسیٹو ایک کا نام گٹھار

ایک مرغ کی دم تھی کالی ایک مرغ کی لال!
ایک مرغ کی چونچ نرالی ایک مرغ کی چال

نظم طویل تھی لیکن پر لطف تھی اس لیے دل چسپی کے ساتھ سُنی گئی۔

اس کے بعد محمد یونس رامپوری متعلم درجہ ہفتم نے ایک منظوم لطیفہ "سر کی تلاش" پیش کیا جو بہت پسند کیا گیا۔ ملاحظہ فرمائیے:

شیخ چلی کو آپ جانتے ہیں
کارناموں کو ان کے مانتے ہیں

اک دفعہ یہ کسی سے ملنے گئے
وہ بچارے کہیں تھے سوئے ہوئے

شیخ صاحب کو دل لگی سوجھی

تیغ سے تلوار رکھ گلے پر دی
دوست کا سر خوشی سے کاٹ لیا
اور پھر اس پہ یہ کمال کیا

لاش کو دیکھ کر کنکھیوں سے
مرنے والے سے ہنس کے کہتے تھے

تم اٹھو گے تو سٹپٹاؤ گے
یا جب دھڑ پہ سر نہ پاؤ گے

محمد یونس کے بعد محمد شاہد شمسی متعلم درجہ پنجم نے ترنم کے ساتھ بڑے اچھے انداز میں اپنی نظم سنائی۔

چھٹن بھیا سنو نصیحت — اگلے سال کرو تم محنت
کھیل کود کو مارو گولی — بھر لو علم سے اپنی جھولی
ورنہ اگلے سال نواب
بیچو گے تم سیخ کباب

اس کے بعد محمد قاسم کلکتوی متعلم درجہ ششم مائک کے سامنے آئے اور ایک طویل نظم "اللہ رے مادہ" سنائی جو بہت پسند کی گئی چند اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

رہتے تھے اک حکیم ہمارے جوار میں
شہرہ بہت تھا آپ کا سارے دیار میں

آتا تھا جو مریض بھی بہر معالجہ
کوئی مرض ہو دیتے تھے جلاب کی دوا

اک بار ایک شخص کے پانی تھا پیٹ میں
قسمت سے اپنی آگیا ان کی لپیٹ میں

اس کے لیے بھی نسخۂ مسہل رقم ہوا
جلاب سے غریب کے ناکوں میں دم ہوا

مائک سے اناؤنسر کی آواز ابھری "گلزار احمد کلکتوی (متعلم درجہ پنجم) تشریف لائیں اور گلزار سخن کے پھولوں کی بہار دکھلائیں۔

گلزار احمد نے صدر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، "میں صحت و تندرستی قائم رکھنے کے لیے "چند آسان نسخے" پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا۔ ملاحظہ فرمایئے۔

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے
وہاں تک چاہیے بچنا دوا سے
اگر تجھ کو لگے جاڑے میں سردی
تو استعمال کر انڈے کی زردی

اگر خوں کم بنے بلغم زیادہ
تو کھا گاجر چنے شلغم زیادہ
جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا
اگر ضعفِ جگر ہے کھا پپیتا

اسی قسم کے اور تین چار نسخے پیش کرنے کے بعد ادھر گلزار صاحب رخصت ہوئے اور ادھر اناؤنسر کی آواز بلند ہوئی۔ "کیا کہنے ہیں گلزار صاحب بڑی کارآمد نظم سنائی آپ نے واہ واہ!!

گلزار احمد کے بعد جنید اختر رامپوری نے بھی حفظانِ صحت پر زور دیا۔ ان کی نظم کا عنوان تھا "صحت جو نہیں تو کچھ بھی نہیں"۔

نظم دلچسپ و سبق آموز تھی، ترنم نے اس کی دل کشی میں اور اضافہ کر دیا۔

ایک بند ملاحظہ فرمایئے:
بیکار پراٹھا اور حلوہ بیکار یہ بریانی زردہ
یہ پائے نہاری یہ قلیا موسم کے پھل اور میوہ
صحت جو نہیں تو کچھ نہیں

اب معید علی متعلم درجہ ششم کی باری تھی انھوں نے ایک دل چسپ نظم "گدھے کی معافی" سنائی۔ نظم طویل ہے اس لیے چند شعر سن لیجیے۔

سڑک پر انجمی کوئی جا رہا تھا
ادھر سامنے سے گدھا آرہا تھا

گدھا پٹ کر آیا تھا شاید کہیں سے
دگتی تھی اک ٹانگ اس کی زمیں سے

قریب اس کے جاکر ہنسے جو انجمی
تو فوراً گدھے نے جڑی اک دولتی

محمد شاہد شمسی متعلم درجہ ششم نے بھی ترنم کے ساتھ ایک دل چسپ خوبصورت نظم پیش کی جس پر کافی داد ملی۔ نظم کا عنوان تھا ــــ "ہائے رے گھر میں آگیا کتا" آخری بند ملاحظہ فرمایئے۔

بستروں پر بھی گرد چھٹائی
کرسیوں پر بھی رال ٹپکائی
پوری خوراک آج تھی کھائی
گھر میں کافی سڑاند پھیلائی

بم پولیس سا بنا گیا کتا
ہارے گھر میں آگیا کتا

مائک سے اناؤنسر کی آواز ابھری،

"لے کر اشعار تازہ و تر
آتے ہیں ظفر امام جوہر"

ظفر امام جوہر سہرامی متعلم درجہ ہفتم مائک کے سامنے آئے اور بولے میں "دو بٹا تین" نظم پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ حضرات کی توجہ چاہوں گا۔ سماعت فرمایئے:۔

راگ میں آگ ہے پوشیدہ اگر ۲/۳
نام ہے جس کا بشر اس میں ہے شر ۲/۳
منحصر قوتِ بازو پہ ہے دولت مندی
دیکھ لو زور میں موجود ہے زر ۲/۳
فخر کرتا ہے جو انسان نہیں خر ہے وہ
جس طرح فخر میں موجود ہے خر ۲/۳

ظالمو! خوف کرو، آہ کو سمجھو نہ حقیر
لفظ اللہ میں ہے اس کا اثر ۲/۳

اناؤنسر نے اعلان کیا ــ اب ہمارے ایک خواندہ مہمان جاوید قادر حیدر آبادی، متعلم درجہ ہشتم اپنے ایک ناخواندہ مہمان کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں ـــ جاوید قادر حیدر آبادی کی نظم کا عنوان تھا "ایک ناخواندہ مہمان" یہ نظم کافی طویل تھی لیکن پوری دل چسپی کے ساتھ سنی گئی آخری چند اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

کہتے کہتے سانس لینے کو ذرا ٹھہرے وہ جب
ڈرتے ڈرتے میں نے پوچھا ان کے آنے کا سبب
ہنس کے فرمانے لگے کچھ کام تو ایسا نہیں
بات بس اتنی سی ہے کچھ آپ سے پردا نہیں
کچھ طبیعت ان دنوں ناساز و ناہموار ہے
اک ذرا تبدیلیِ آب و ہوا درکار ہے
آتے آتے تازگی کچھ تن بدن میں آئے گی
ایک دو ہفتے میں صحت نارمل ہو جائے گی

جاوید قادر کے بعد اناؤنسر نے احمد مالیگانوی متعلم درجہ نہم سے درخواست کی، کہ تشریف لائیں اور بزم سخن کو قہقہہ زار بنائیں ـــ اور احمد نے سچ مچ بزم مشاعرہ کو قہقہہ زار بنا دیا۔ طلبہ تو طلبہ معزز سامعین اور خواتین بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکیں نظم سنانے کا ڈھنگ بھی بڑا شاعرانہ تھا۔ ایک بند آپ بھی سن لیجئے:۔

خوب اکڑ کر چڑھ کھا پنجے پر
ہاں اب تن جا مرغا بن جا
کھول پروں کو کھول
بول رے مرغے بول ـــ ککڑوں کوں

احمد اپنی نظم سنا کر واپس گئے اور مائک سے اناؤنسر کی آواز

بلند ہوئی :۔

"مرغ کی بانگ تو احمد سے سُنی ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی"

—— اور یہ تھے جناب عزیز منظور شمسی مشاعرے کے اناؤنسر اور سکریٹری جو مائک کے سامنے کھڑے ہوئے بڑے موثر انداز میں اپنی نظم سنا رہے تھے۔

کہیں پیسہ کہیں روٹی خدا ہے
نہ جانے آدمی کیا ہو گیا ہے

کہیں تدبیر ہی تدبیر سب کچھ
کہیں مفلوج ہاتھوں کی دعا ہے

کہیں مسجد میں ویرانے کا منظر
کہیں قبروں پہ میلہ لگ رہا ہے

الٰہی دین اور ایمان کی خیر
بہت نازک زمانہ آگیا ہے

نظم فکر و نظر کے دریچوں کو کھول رہی تھی، سامعین ہمہ تن گوش تھے اور عزیز منظور کہہ رہے تھے :۔

اپنی غزل سنا کر تو ہم تو جا رہے ہیں
مائک کے سامنے اب ادریس آ رہے ہیں

ادریس احمد رامپوری متعلم درجہ ششم نے بھی ایک فکر انگیز، عبرت خیز اور بصیرت افروز غزل پیش کی۔ غزل پیش کرنے کا لہجہ بھی بڑا پرسوز تھا، چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

آرام کے ساتھی تھے کیا کیا جب وقت پڑا تو کوئی نہیں
سب دوست ہیں اپنے مطلب کے دنیا میں کسی کا کوئی نہیں
کل باغ جو تھا پھولوں سے بھرا اٹھکھیلیوں سے چلتی تھی ہوا
اب سنبل و گل کا ذکر ہی کیا، خاک اڑتی ہے اس جا کوئی نہیں
ہر ایک نمائش کو دیکھا اک جھونکے میں کچھ بھی تو نہ تھا
ہستی ہے حباب بحرِ فنا اس دم کا بھروسہ کوئی نہیں

کل جن کو اندھیرے سے تھا خطر رہتا تھا چراغاں پیش نظر
اک شمع جلا دے تربت پر جنہ داغ اب اتنا کوئی نہیں

نور الحسن مصطفیٰ آبادی متعلم درجہ ہشتم کو سخن سرائی کی زحمت دی گئی اور انھوں نے ایک نظم "نجومی" پیش کی، پوری نظم دلچسپی سے لبریز تھی ایک بند ملاحظہ فرمائیے :۔

آپ کے واسطے موزوں میں کریپ سول کے بوٹ
جون میں پہنا کریں سرج و گورڈین کے سوٹ
نام میں جن کے ہو "ر" کھایا کریں ایسے فروٹ
جیسے امرود ہے، تربوز ہے خربوزہ ہے
میں نجومی ہوں مرا علم یہی کہتا ہے

ابرار حسین مظفر پوری متعلم درجہ ہفتم مائک کے سامنے آئے اور بولے حضرات! میں ایک گڑبڑ جھالا نظم پیش کر رہا ہوں، ملاحظہ فرمائیے :۔

یہ بھتنا ہے یہ بن مانس کیا دیکھ رہے ہو بھائی لو
بلی کی نظر کا چشمہ لو چوہے کے گلے کی ٹائی لو
ہاتھی کے پیر کے موزے لو، بندر کے ہاتھ کے دستانے
ہر مال سوا سولھے آنے، ہر چیز سوا سولھے آنے

پوری نظم توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سنی گئی، سامعین نے پڑھنے کے انداز کو بھی بہت سراہا —— اور —— اب اناؤنسر کہہ رہا تھا۔

مائک کے سامنے اب اصغر امام آئیں
شعر و سخن کی موٹر اس بزم میں چلائیں

اصغر امام مائک کے سامنے آئے اور بولے، میری نظم کا عنوان ہے "ایک دوست کی موٹر"، نظم بھی طنز و ظرافت کا شاہکار تھی اور اصغر امام کا ترنم بھی شاندار تھا، اس لیے بہت پسند کی گئی۔ صرف ایک بند ملاحظہ فرمائیے۔ "ایک دوست کی موٹر کا یہ حال ہے کہ :۔

یہ چلتی ہے تو دو طرفہ شجالت ساتھ چلتی ہے
بھرے بازار کی پوری ملامت ساتھ چلتی ہے

بہن کی التجا ماں کی محبت ساتھ چلتی ہے
وفائے دوستاں بہرِ مشقت ساتھ چلتی ہے

بہت کم اس خرابے کو خراب انجن چلاتا ہے
عموماً زورِ دستِ دوستاں ہی کام آتا ہے

زبیر اقبال صاحب اب آپ کی باری ہے" اناؤنسر نے کہا "آیئے اور اپنے کلام کے جوہر دکھایئے" اور زبیر اقبال رامپوری متعلم درجہ ششم نے بڑے ہی شاعرانہ اور لیڈرانہ لب و لہجہ میں ایک نظم "کرائے کا مکان" پیش کی جسے سن کر سامعین بہت محظوظ ہوئے۔ نظم کے چند اشعار حاضر ہیں:-

عجب شے ہے کرائے کا مکاں بھی
مکاں بھی ہے یہ ظالم لامکاں بھی

بڑی عجلت میں بنوایا گیا ہے
لئی سے چھت کو چپکایا گیا ہے

یہاں دن کو بھی الو بولتے ہیں
مرے کانوں میں امرس گھولتے ہیں

یہاں چوہوں کے بل اتنے بڑے ہیں
کئی ثابت قدم ان میں گڑے ہیں

میں لایا تھا کہیں سے ایک بلی
پکڑ کر لے گئے، چوہے اسے بھی

اب نعمت اللہ رامپوری متعلم درجہ ششم سے درخواست کی گئی کہ تشریف لاکر اپنے کلام سے محظوظ فرمائیں۔ انھوں نے ایک نظم ماڈرن بنجارہ نامہ پیش کی۔ نظم سنانے سے پیشتر بطور تمہید انھوں نے کہا کہ حضرات! میاں نظیر اکبرآبادی کا بنجارہ نامہ تو آپ نے سنا ہوگا۔

"سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ"

یہ ماڈرن بنجارہ نامہ اسی کی ترقی یافتہ جدید شکل ہے۔ نعمت اللہ کے ترنم میں سوز و گداز کی سی کیفیت پائی جاتی ہے۔ پڑھتے اس اطمینان سے ہیں جیسے ہولے ہولے نسیم سحر چل رہی ہو۔ اہلِ ذوق بڑے اشتیاق سے ان کی نظم سن رہے تھے۔ ایک بند آپ بھی سن لیجئے:-

اے مورکھ اس سے پنڈ چھڑا یہ نفس ترا ہے امارہ
دیکھے گا اجل کی شکل جونہی ہوگا یہ وہیں نو دو گیارہ
کیا وارے نیارے ہر دم کے ہر آن کی کیا یہ پو بارہ
کیا ہنڈی، چک بک، بونڈ، شیر، کیا نوٹوں کا یہ پشتارہ
سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ

راشد بیگ الہ آبادی متعلم درجہ ہشتم نے ایک بہت اچھی نظم "پرائیویٹ بس" بڑے ہی شاعرانہ انداز میں سنائی۔ نظم کے مندرجہ ذیل اشعار خصوصیت سے بہت پسند کیے گئے:-

لاری کو گوارا ہی نہ تھی منتِ مہمیز
آزاد طبیعت تھی کبھی سست کبھی تیز

رستہ میں ہر افتاد و مصیبت کا تھا امکاں
لاری ہی پہ لکھا تھا کہ "اللہ نگہباں"

چلتی تھی ہر اک گام پہ پیتی ہوئی پانی
چہرے سے عیاں تھا اثرِ سوزِ نہانی

یہ کہہ کے ٹریفک کو بناتی تھی نشانہ
سلطانیِ جمہور کا آیا ہے زمانہ

رستے میں کچھ اس زور کے جھٹکے لگے دو تین
کچھ لوگ جو کمزور تھے پڑھنے لگے یٰسین

اناؤنسر نے افتخار احمد فرخ آبادی متعلم درجہ ششم کو بلایا اور انھوں نے ترنم کے ساتھ ایک خوبصورت غزل سنائی، یہ اشعار بہت پسند کیے گئے:-

ایک دو تین چار ہیں ہم لوگ
بے حد و بے شمار ہیں ہم لوگ

مدرسے جاتے اور آتے وقت

اک مسلسل قطار ہیں ہم لوگ

روز اک دوسرے سے لڑتے ہیں
پھر بھی آپس میں یار ہیں ہم لوگ

ملک اور قوم کے گلستاں کی
آنے والی بہار ہیں ہم لوگ

اب معراج محمد متعلم درجہ ہشتم کو غزل سرائی کی زحمت دی گئی۔ انھوں نے مائک کے سامنے آکر کہا: ایک "رامپوری غزل" پیش کرنا چاہ رہا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے، شعر کیا ہے:-

دائی طرف ہیں نہ بائی طرف ہیں
کھڑے میں وہ میرے گنے ہی برتر

مرے پارے ہیرن بڑریا جو جیتو
تولیتو مٹرکوش آلو چقندر

اہل رامپور اس "رامپوری غزل" کی بڑھ بڑھ کر داد دے رہے تھے، بعض اشعار سن کر تو بڑے بڑے سنجیدہ و ثقہ حضرات تک لوٹ پوٹ ہو گئے ـــ اپنی ندرت و انفرادیت کی وجہ سے پوری "رامپوری غزل" میگزین کے کسی دوسرے صفحہ پر دی جا رہی ہے۔

اناؤنسر نے نعمان جلیس رامپوری متعلم درجہ ششم سے درخواست کی کہ تشریف لائیں اور شعلۂ فکر سے بزم سخن کو گرمائیں۔

نعمان جلیس نے بڑے پیارے لہجے میں فن و مقصدیت سے بھرپور ایک ولولہ انگیز نظم سنائی، سامعین پوری توجہ کے ساتھ ایک ایک شعر کو سن رہے تھے اور شائستہ انداز میں داد دے رہے تھے۔ نظم کانوں سے اتر کر روح کی گہرائیوں کو چھو رہی تھی اور نعمان جلیس بڑے والہانہ انداز میں پڑھ رہے تھے

احساس کی دل میں آگ لگا ماحول تقاضا کرتا ہے
پیغامِ عمل انساں کو سنا ماحول تقاضا کرتا ہے

پستی کا تصور رہنے دے رفعت کی تمنا پیدا کر
خورشید و قمر سے آنکھ ملا ماحول تقاضا کرتا ہے

ہر موج سے بحرِ ہستی میں طوفانِ قیامت برپا ہے
گرداب سے بچ اوروں کو بچا ماحول تقاضا کرتا ہے

کردار سے قومیں بنتی ہیں گفتار کی وقعت کچھ بھی نہیں
اب ملت کو یہ راز بتا ماحول تقاضا کرتا ہے

حالات نئے، آثار نئے، انداز نئے، افکار نئے
تاخیر نہ کر میدان میں آ، ماحول تقاضا کرتا ہے

نعمان جلیس لہجہ کی پوری توانائی کے ساتھ عزم و عمل اور جہد مسلسل کا پیغام دے کر بیٹے ہی تھے کہ مائک سے اناؤنسر کی آواز بلند ہوئی۔

اب آکے عقیل اشعار سنا ماحول تقاضا کرتا ہے
تاخیر نہ کر میدان میں آ ماحول تقاضا کرتا ہے

اور عقیل جاوید شمسی متعلم درجہ ہفتم مائک کے سامنے آ گئے۔ عقیل جاوید کی آواز میں بڑا لوچ ہے اور بڑے موثر انداز میں پڑھتے ہیں۔ انھوں نے تغزل و مقصدیت سے بھرپور ایک بلند پایہ غزل پیش کی، مطلع ہی نے حاضرین کو چونکا دیا۔

دیتا ہے تو دے حسنِ ابدی آفاق کے زینت خانے کو
کیوں شمع جلے بجھنے کے لیے کیوں پھول کھلے مرجھانے کو

غزل کی معنویت، عقیل کا مخصوص ترنم اور داہنے ہاتھ کا زیر و بم فضا پر سحر کی سی کیفیت طاری کر رہا تھا۔ عقیل جاوید کی آواز گونج رہی تھی اور مجمع یکسوئی کے ساتھ سن رہا تھا۔

خوش ہیں کہ ترشح ہوتا ہے گلشن میں بہار آنے کے لیے
ان پھولوں کا پچپن کیا جانے آئی ہے گھٹا چھا جانے کو

نکہت پہ ہے اتنا ہی بہتان آوارگی و رسوائی کا
جتنا ہی چمن سے دور گئی فیضانِ چمن پہونچانے کو

کشتی کی یہی رفتار ہے تو کشتی پہ بھروسہ کیا ہوگا

موجوں سے تو ٹکرا لے نہ کی ساحل سے چلی ٹکرانے کو
تلوار کی قوت سے بھی شفیق آئین بدل سکتے ہیں کہیں
اخلاق کی طاقت کیا کم تھی تہذیب پہ ایماں لانے کو

عقیل جاوید کے بعد اناؤنسر نے صدر مشاعرہ ارشد امین سے گذارش کی کہ اپنے کلام بلاغت نظام سے ہم سب کو مسرور فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں اور ارشد امین نے غالب کی زمین میں ایک دلچسپ پرلطف اور مزے دار غزل اپنے مخصوص ترنم میں پورے شاعرانہ انداز کے ساتھ سنائی، اور پورے مجمع میں زندہ دلی کی لہر دوڑا دی۔

غزل کے چند اشعار آپ بھی سن لیجیے:

ہائے کو مرے ہوا کیا ہے
پیٹ کے درد کی دوا کیا ہے

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ ذائقہ کیا ہے

ہم ہوئے فیل اور بدھو پاس
یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟

ذہنِ انساں کے سب کرشمے ہیں
یہ گھڑی کیا ہے؟ یہ گھڑا کیا ہے؟

یہ مشاعرے کی آخری غزل تھی۔ اس کے بعد اسٹیج سکریٹری نے اس مشاعرے میں حصہ لینے والے اپنے تمام ساتھیوں محترم اساتذہ اور سامعین کرام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ۱۱ بجے رات کو اس رنگا رنگ اور پرلطف بزم شعر و سخن کے برخاست کرنے کا اعلان کیا۔ اور سامعین مشاعرہ کی کامیابی پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک خوش گوار تاثر لے کر اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے۔

مرتب: ابوالمجاہد زاہد
(استاد درس گاہ)

بیت بازی کا دلچسپ مقابلہ

تعلیمی ہفتہ کے ذیل میں حسبِ سابق امسال بھی بیت بازی کے مقابلہ کا اہتمام کیا گیا۔ اس مقابلے میں درجات پنجم، ششم، ہفتم اور ہشتم کے کچھ منتخب نمائندہ طلبا نے حصہ لیا۔ بیت بازی کی محفل کا انعقاد ۱۵ مارچ ۱۹۷۰ء کو درس گاہ کے وسیع ہال میں کیا گیا۔ پہلا مقابلہ متعلمین پنجم اور ششم کے درمیان ہوا۔ اس مقابلہ میں درجہ پنجم کی ٹیم نے کل ۶۸ نمبر حاصل کیے اور درجہ ششم کی ٹیم نے ۶۹ نمبر یعنی ایک نمبر زائد حاصل کر کے مقابلہ جیت لیا۔ پنجم کی ٹیم سے متعلم محمد اسلم خاں (احمد آباد) نے شعر گوئی کا بہترین مظاہرہ کیا۔

بعد ازاں درجات ہفتم اور ہشتم کے طلبا کے مابین بیت بازی کا مقابلہ ہوا۔ آخر میں درجہ ہشتم کی ٹیم نے ۲۰ کے مقابلہ میں ۲۱ نمبر حاصل کر کے مقابل ٹیم کو مات دیدی۔ درجہ ہفتم سے متعلم محمد یونس (رام پور) نے بیت بازی کا شاندار مظاہرہ کیا۔

فائنل مقابلہ مذکورہ بالا دونوں فاتح ٹیموں یعنی درجہ ہشتم اور ششم کے درمیان ہوا۔ دونوں کے مابین زبردست مقابلہ رہا اور مقررہ وقت تک دونوں ٹیمیں ایک دوسرے کو شکست نہ دے سکیں۔ مجوزہ وقت ختم ہو جانے کے بعد ججوں نے فریقین کے سامنے دو تجویزیں رکھیں۔ (۱) یہ کہ مقابلہ کے لیے فاضل وقت دیا جائے یا (۲) قرعہ اندازی کے ذریعہ ہار جیت کا فیصلہ کر لیا جائے۔ آخر کار ہر دو ٹیموں کی متفقہ رائے سے قرعہ اندازی کی گئی۔

قرعہ فال درجہ ششم کے حق میں پڑا جس کے تحت متعلمین درجہ ہشتم دوم رہے اور درجہ ششم کی ٹیم اول قرار دی گئی۔

۱۶ مارچ کی شب کو بچوں کے مشاعرے سے قبل ان مقابلوں کے منتخب شرکا پر مشتمل دو نمائندہ ٹیموں کے درمیان نمائشی مقابلہ ہوا جسے حاضرین نے کافی سراہا۔ (مرتبہ منظور فاخر بی اے۔ استاد درس گاہ)

ماہر القادری

نعت

(پیش کرنے والے محمد شاہد، اکرم شمسی، محمد عزیز، نوید فاروق)

کس بیم و رجا کے عالم میں طیبہ کی زیارت ہوتی ہے
اک سمت شریعت ہوتی ہے اک سمت محبت ہوتی ہے

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
اک بار خطا ہو جاتی ہے، سو بار ندامت ہوتی ہے

جو بات وہ فرما دیتے ہیں معیارِ صداقت ہوتی ہے
دستورِ عمل بن جاتی ہے اسلام میں حجت ہوتی ہے

مقصودِ جہاں، محبوبِ خدا، اور اس پہ یہ شانِ فقر و غنا
کپڑے بھی وہ خود دھو لیتے ہیں فاقوں کی بھی عادت ہوتی ہے

اللہ کے آگے رو رو کر خلوت میں دعائیں بخشش کی
ہم خاک نشینوں کی خاطر راتوں کو عبادت ہوتی ہے

اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ فرما کر اللہ نے خود اعلان کیا
اتمامِ کرم اب ہو تو چکا بس ختمِ نبوّت ہوتی ہے

فضل قریشی پڈاپلی

ساتھیو!

(پیش کرنے والے عقیل جاوید، نعمان جلیس، ایازالدین)

ہر حال میں خدا کو پکارا ہے ساتھیو!
کافی مجھے اسی کا سہارا ہے ساتھیو!

سنجیدگی سے اس پہ کبھی غور بھی کیا
کیا مقصدِ حیات ہمارا ہے ساتھیو!

اس کے لیے ہی آج چمن میں جگہ نہیں
جس نے گلوں کا رنگ نکھارا ہے ساتھیو!

انسانیت کی لاش پہ انساں ہے خندہ زن
کس درجہ دردناک نظارا ہے ساتھیو!

آؤ کہ عام جلوۂ حسنِ یقیں کریں
یہ فرض میرا اور تمہارا ہے ساتھیو!

آؤ سچ بولیں

(پیش کرنے والے، محمد شاہد، عارف محمود، مسرور احمد)

بلا سے ہم کو ملے دار، آؤ سچ بولیں
دکھائیں جراَتِ گفتار آؤ سچ بولیں

نظر ملا کے شکایت کریں مظالم کی
یہی ہے عظمتِ کردار، آؤ سچ بولیں

دلوں کے زخم کہاں تک چھپاؤ گے لوگو!
ہوئی ہے زندگی دشوار، آؤ سچ بولیں

مٹا دیں ظاہر و باطن کا فرق دنیا سے
بدل دیں وقت کا معیار آؤ سچ بولیں

یہ بزمِ عیش و طرب زندگی کا مقتل ہے
ہر ایک شخص ہے بیزار، آؤ سچ بولیں!

کھیلوں کے دلچسپ مظاہرے

۶ فروری ۱۹۷۱ء کو ابھی تعلیمی ہفتہ کا آغاز ہونے والا تھا۔ درسگاہ کے صحن میں چونے کی سفید دھاریاں طلبہ کو دعوت دے رہی تھیں، "آؤ کھیلو، کودو، اچھلو"۔ موسم بھی صاف و خوشگوار تھا کہ ۵، ۶ فروری کی رات کو ٹھنڈی ہوائیں چلیں بادل گھر آئے رم جھم بارش ہوئی بچوں کے دلوں میں امید و بیم کی لہریں اٹھنے لگیں کہ کل کھیل ہوں گے یا نہیں، صبح کو مطلع صاف تھا اور موسم خوشگوار تر۔ دل سے اللہ کی حمد اور شکر سے بھرپور چہروں پر تروتازگی تھی طلبا وقت سے پہلے آنے شروع ہو گئے۔ اور میدان اور زیادہ موزوں ہو گیا۔ اللہ کی حمد کا ترانہ ہوا۔ حاضری ہوئی۔

درسگاہ کے صحن کے دونوں اطراف میں فرش کرسیاں، بنچیں پڑی ہیں اور بچے ان پر بیٹھے۔ پید کر چھوٹے بچوں کی کرسی دوڑ سے آغاز ہوا۔ قریب ایک گھنٹہ تک پرلطف مقابلہ رہا۔ چمچہ دوڑ ہوئی پھر میدان بورڈنگ ہاؤس طلبہ قطار اندر قطار سنجیدہ خوشی کے ساتھ گئے رومال جھپٹ اور سوگز کی دوڑ کے مقابلے ہوئے۔

۹ مارچ کو رسہ کشی اور کبڈی کے مقابلے رہے۔ اور اس طرح دس مارچ کو کبڈی کا مقابلہ ہوا۔ چھوٹی عمر والے طلبا کا A گروپ معراج محمد کبڈی میں سب پر بازی لے گیا۔ والی بال فائنل میں ۱۰ مارچ ۱۹۷۱ء کو ظفر امام معراج محمد کا گروپ کامیاب رہا۔ ۱۱ مارچ ۱۹۷۱ء کو سوگز دوڑ فائنل بڑے طلباء میں ظفر امام سہسرامی اول اور جاوید قادر حیدر آبادی دوم آئے۔

درمیانی عمر والے طلبہ سوگز دوڑ میں محمد نوشاد بہاری اول اور عبدالوہاب کلکتہ دوم آئے ـــــ اور چھوٹے طلبا میں اقبال احمد کلکتہ اوّل اور خورشید کلکتہ والے دوم۔ اے گروپ بچے پچاس گز دوڑ میں مہتاب الدین اوّل شعیب احمد اوّل اور ناصر محمود دوم آئے۔

بی گروپ چھوٹے بچوں کی پچاس گز دوڑ میں ایوب علی خاں اوّل خورشید اکرام دوم۔

سی گروپ چھوٹے بچوں کی پچاس گز دوڑ میں کلیم اوّل و محمد قاسم بدایونی دوم آئے۔

ڈی گروپ چھوٹے بچوں کی پچاس گز دوڑ میں امیر احمد خاں اوّل و راشد محمود دوم آئے۔

رسہ کشی فائنل بڑے طلبا کے گروپ میں امداد حسین اوّل رہا اور درمیانہ طلبا کے گروپ میں ظفر امام اوّل رہا۔ لمبی کود میں ظفر امام سہسرامی اول معراج محمد رامپوری دوم رہے ۱۳ مارچ ۱۹۷۱ء کو کبڈی بڑا گروپ میں معراج محمد گروپ اوّل کامیاب رہا۔ ۱۳ مارچ ۱۹۷۱ء کو درمیانہ گروپ میں معراج محمد گروپ اوّل کامیاب رہا۔ چمچہ دوڑ گروپ اے خورشید اکرام اول کلیم دوم چمچہ دوڑ بچہ گروپ B عمیر منظور اول ریحان دوم آئے۔ رومال جھپٹ فائنل B درمیانہ گروپ اصغر امام سہسرامی اوّل اور مشتاق احمد دوم آئے۔ رومال جھپٹ فائنل C درمیانہ گروپ مرتضیٰ رامپوری اول اور عزیر منظور دوم۔

لمبی کود B گروپ میں سہیل احمد بلیاوی اوّل محمد حنیف کانپوری دوم آئے۔

۱۲ مارچ ۱۹۷۱ء کو سلو سائیکلنگ درسگاہ کے صحن میں ہوئی جو بہت پرلطف مقابلہ رہا محمد مسعود فرخ آبادی اوّل اور طارق احسانی دوم آئے۔

فائنل اطفال کرسی دوڑ میں پرویز اختر اوّل و سید غیور الدین دوم آئے۔ بچوں کی جلیبی دوڑ جو دیکھنے میں بھی بہت خوب معلوم ہو رہی تھی ریاض اول آئے اور محمد شاکر دوم آئے۔ (باقی ۳۵ پر)

تعلیمی نمائش

گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی تعلیمی ہفتہ کی رونق بڑھانے کے لیے تعلیمی نمائش کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یہ نمائش مقصدی اور فنی دونوں اعتبار سے بہت کامیاب رہی اور ناظرین نے اس کی ترتیب وتزئین اور آرائش وزیبائش کی بڑی تعریف کی۔ تعلیمی نمائش کو کئی شعبوں میں تقسیم کردیا گیا تھا۔ ہر شعبہ کا ایک استاد نگراں تھا اور اس کے ساتھ کام کرنے والے چند معاون طلبہ تھے۔ یہ نمائش ان سب کی محنتوں اور کوششوں کا ثمرہ تھی ۔۔۔ ذیل میں ہر شعبے کی الگ الگ رپورٹ دی جا رہی ہے۔

شعبۂ ادب

شعبۂ ادب میں اردو، ہندی، عربی اور انگریزی ادب کی نمائش کا انتظام کیا گیا تھا۔

درسگاہ کے ایک طویل وعریض کمرے کی دیواروں کو مذکورہ بالا چاروں زبانوں کے دیدہ زیب رنگا رنگ پوسٹروں، معنی آفریں اور فکر انگیز چارٹوں، خوشنما طغروں، خوبصورت کتبوں، دلنشین اشعار اور ادبی شہ پاروں سے سجایا گیا تھا۔

جماعت اسلامی ہند کی تیار کردہ اردو، عربی اور ہندی کی درسی کتب نیز مکتبہ جماعت اسلامی ہند، مکتبہ الحسنات رامپور اور بعض دوسرے کتاب گھروں کی منتخب کتابوں کو میزوں اور اسٹولوں پر اس خوبصورتی سے ترتیب دیا گیا تھا کہ ان کی خوشنما اور رنگا رنگ جلدیں اہل نظر کو دعوت نظارہ دے رہی تھیں۔ کمرے کی درمیانی الماری میں تفہیم القرآن اور ہندی ترجمۂ قرآن کی روشن اور پاکیزہ جلدوں کو اس طرح نمایاں کر کے رکھا گیا تھا کہ ہر آنے والے کی نظر سب سے پہلے انھیں پر پڑتی تھی ۔۔۔

اور ان کے نیچے گلابی کاغذ کی ایک پٹی پر یہ شعر تحریر تھا

رہ حیات میں قرآن ہی کو اے زاہد
چراغ راہ بناؤ بڑا اندھیرا ہے

مرتبہ: ابوالمجاہد زاہد
استاد درسگاہ

شعبۂ اسلامیات

شعبۂ اسلامیات کا کمرہ قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر، دین وعبادات اور سیرت وتعلیم کے دیدہ زیب اور معلومات افزا چارٹوں سے مزین کیا گیا تھا ۔۔۔ اسلام اور اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کے بنیادی عقیدے اور اصولی تعلیمات کیا ہیں؟ اسلام میں عبادات کی کیا اہمیت ہے؟ توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ اسلام کس سیرت وکردار کی تلقین کرتا ہے اور کس طرح زندگی بسر کرنے کی ہدایت کرتا ہے؟ رنگا رنگ پوسٹروں میں ان تمام باتوں کی وضاحت کی گئی تھی۔ چند پوسٹروں کے ذریعہ سیرۃ النبی اور سیر الصحابہ کا اجمالی تعارف کرایا گیا تھا اور چند خوبصورت چارٹوں پر ائمۂ فقہ اور صلحائے امت کے اقوال زریں درج کئے گئے تھے۔ چند نمونے

ایک چارٹ میں صدق وصفا کی اہمیت کو قرآن وحدیث کے ان الفاظ کے ذریعہ واضح کیا گیا تھا۔

"اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صداقت کی روش اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ (قرآن مجید)" "سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے (حدیث)"

ایک چارٹ میں ایمان، اسلام، تقویٰ اور احسان کی تعریف کرتے ہوئے روحانی ارتقا کے منازل دکھائے گئے تھے۔

یہ تمام پوسٹر اسلامی تعلیمات اور اسلامی زندگی کی طرف رہنمائی کر رہے تھے اور ناظرین کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے ۔۔۔

مرتبہ: محمد مصطفےٰ صدیقی (استاد درسگاہ)

شعبۂ تاریخ وجغرافیہ

آئیے تشریف لائیے۔ دو سیدھے سادے بچوں نے درجہ چہارم کی طرف اسلامی طریقہ پر خوش آمدید کہتے ہوئے، اپنے جغرافیہ و تاریخ کے شعبہ کی نمائش کی طرف رہنمائی کی اس کمرہ میں تاریخی وجغرافیائی خاکے و تصویریں ہیں۔

دیکھیے ذرا داہنی طرف ملاحظہ فرمایئے شمالی دیوار پر پہلا چارٹ راکٹ۔ آبدوز کشتی اور خلائی کشتی، موٹرکار بھاپ کا ریلوے انجن اور ڈیزل سے چلنے والے ریلوے انجن دکھائی دے رہے ہیں۔ اور یہ دیکھیے ناروے سویڈن کا نقشہ اور تیسرا لمبا اور بڑا چارٹ ہے جس میں نظام شمسی نیبولا چاند راکٹ۔ موسم کے ٹیلی اسٹار کے نقشے، سیٹرن راکٹ اور چاند کی مہم کی تصاویر اور خاکے ہیں۔ اس کے بعد چاند گاڑی چاند کی تصاویر نیز چاند پر انسان کے اترنے اور چاند سے زمین کیسی نظر آتی ہے کے خاکے اور تصاویر ہیں۔ پھر اس کے بعد ایک تصویر میں ہوائی جہاز کے مختلف حصے دکھلائے گئے ہیں۔ اور پچھم کے کونے میں دنیائے اسلام کی مشہور مسجدوں کی تصویریں ہیں، اور یہ دوسری لائن میں مختلف تاریخی اور آثار قدیمہ کی تصویریں ہیں۔ اور درمیان میں مختلف جانوروں اور چڑیوں کی تصاویر ہیں اس کے بعد پچھمی دیوار میں تین الماریاں ہیں جن میں تین خانے ہیں ہر خانہ میں مختلف مشہور دریاؤں جھیلوں۔ آبشاروں، پہاڑوں کی جغرافیائی تصاویر ہیں درمیان میں بھی اسی قسم کے جغرافیائی مناظر ہیں اور اسی طرح جنوبی دیوار پر بھی ہیں۔ ڈسکوں پر پھیلی ہوئی کتابوں میں تاریخی وجغرافیائی تصاویر ہیں اس کمرہ میں تمام تر مجموعہ COLLECTIONS کا ہے۔

اس کے برابر کمرہ میں تاریخی وجغرافیائی چارٹ و نقشہ جات ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں پورا کمرہ بھرا ہے۔ ڈیسکوں پر تاریخی وجغرافیائی تصاویر کے COLLECTIONS ہیں۔ خصوصی طور پر بعض طلبہ کے تیار کردہ نقشہ جات

۱۔ معدنیات ہند۔ ۲۔ ریاستی تقسیم ہند۔ ریلوے کے راستے۔ ہوائی راستے۔ تیل اور پٹرولیم وغیرہ کی پیداوار قابل ذکر ہیں۔ خصوصاً دنیا کا فزیکل نقشہ بہت اچھا ہے۔

مرتب: اقبال حسین خاں استاد درسگاہ

شعبۂ سائنس

ایک چھوٹے کمرہ میں سائنس۔ ریاضی علم النباتات اور علم الحیوانات سے متعلق کچھ آلات اور چارٹس جمع کیے گئے تھے۔ آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائڈ کی تیاری کا طریقہ دکھلایا گیا ہے۔ ٹیلیفون اور انٹرنل کمبسچن انجن (INTERNAL COMBUSNION ENGINE) کے اصول ظاہر کیے گئے تھے۔ جسم انسانی کی تشریح اور شرائین اور وریدوں کے کئی چارٹس تھے۔ ایک چارٹس میں سورج کے گرد اس کے نو سیاروں کے مدار دکھلائے گئے تھے گوشت خور پودوں کا چارٹ اور وہ چارٹ جس میں آتش فشاں پہاڑ کے دہانے کے نزدیک اگنے والا پودا دکھلایا گیا ہے بڑے دلچسپ تھے لکھا تھا کہ جب اس پودے میں پھول آتے ہیں تو کوہ آتش فشاں پھٹ جاتا ہے۔ قدرت کا عجیب کرشمہ ظاہر ہوتا ہے۔ ایک چارٹ میں ریاضی کے چند دلچسپ سوالات ذہین طلبہ کو طبع آزمائی کی دعوت دے رہے تھے۔

مرتب: کریم الدین
استاد درسگاہ

باپ (بیٹے سے) دیکھو بیٹا! گھنٹہ چل رہا ہے کہ نہیں؟
بیٹا۔ چل تو نہیں رہا ہے، کھڑا کھڑا دم ہلا رہا ہے۔

شعبۂ آرٹ

تعلیمی نمائش کا آخری شعبہ شعبۂ آرٹ تھا جسے آرٹ کے مختلف اعلیٰ اور فکر انگیز نمونوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ دیواروں پر ایک خاص ترتیب سے بہت سے دیدہ زیب، دلکش اور دلپذیر چارٹ آویزاں کئے گئے تھے جو اسلامی فکر و نظر کی نمائندگی کر رہے تھے کئی چارٹوں کے ذریعہ باطل نظریات کے مفاسد کو بڑے فنکارانہ انداز سے واضح کیا گیا تھا۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں:

- ایک چارٹ میں ایک ہرے بھرے اور بلند و بالا درخت کے تنے پر آرا چلتا ہوا دکھایا گیا تھا۔ تنے پر "ملکی استحکام" اور آرے پر "تعصب" تحریر تھا۔
- ایک دوسرے چارٹ میں "ہر لمحہ تباہی کی طرف" کے عنوان سے ایک منظر پیش کیا گیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے۔

آسمان پر دھوئیں کے بادل چھائے ہوئے ہیں اور ایک آدمی پیراشوٹ کے سہارے جس میں آگ لگی ہوئی ہے، نیچے اتر رہا ہے اور نیچے، زمین پر بھی آگ کے بھیانک شعلے اسے نگلنے کے لیے بے تاب ہو رہے ہیں ـــ اس منظر کا مطلب یہ ہے کہ آج کے انسان نے اسلامی نظریۂ حیات کو نظر انداز کر کے انسانی مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے جو نظریات اپنا رکھے ہیں وہ بذات خود باطل اور تباہ کن ہیں اور وہ اسے سلامتی اور امن کے بجائے بتدریج تباہی اور بربادی کی طرف لئے جا رہے ہیں۔ چارٹوں کے علاوہ "سہ رخی تصویر" اور "تصویری برے نو" جیسی دلچسپ اور معلومات افزا چیزیں بھی شعبۂ آرٹ کی زینت بنی ہوئی تھیں۔

شعبۂ آرٹ سے متعلق ایک دوسرے کمرے میں ایک عجیب و غریب چیز نمائش میں آنے والے تمام معزز مہمانوں اور شہریوں کی حیرت اور دلچسپی کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ پیتل کی ایک ٹونٹی (TAP) کو بانس کے ایک ٹکڑے سے جوڑ دیا گیا تھا اور اس سے مسلسل پانی کی دھار گر رہی تھی حالانکہ بظاہر کسی ذریعہ سے پانی ٹونٹی تک نہیں پہنچایا جا رہا تھا۔ یہ محض سائنس کا ایک معمولی سا کرشمہ تھا۔

مرتب: نور سعیدی (استاد درسگاہ)

(بقیہ: بچوں کا اجتماع صـ۱۸)

کلام ربانی کے بعد نعت نبی کریم سماعت فرمائیے محمد شاہد نوید فاروقی اور محمد عزیر اسٹیج پر آئے اور فضا کو نغمگیں بنانا شروع کیا۔

کس بیم و رجا کے عالم میں طیبہ کی زیارت ہوتی ہے
اک سمت شریعت ہوتی ہے اک سمت محبت ہوتی ہے
اَتْمَمْتُ علیکم فرما کر اللہ نے خود اعلان کیا
اتمام کرم اب ہو تو چکا بس ختم نبوت ہوتی ہے

وفارالحق صاحب نے آخر میں ایک بار پھر بین الاقوامی زبان میں پیام حق سنایا انگریزی کی اس تقریر کے بعد تین ننھے منھے بچے عقیل جاوید درجہ ہفتم محمد شاہد درجہ ششم اور ابرار حسین درجہ پنجم ڈائس پر آئے اور اپنی سریلی آواز میں اور معصومانہ لہجے سے کانوں میں رس گھولنا شروع کیا۔

دھرتی کے یہ سب انسان ایک ہی آدم کی سنتان
سب کا رشتہ ناطہ ایک جگ کا سوامی داتا ایک
ایک وہ ستھا ایک اللہ لا الٰہ الا اللہ
لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ

آخر میں صدر نے شکریہ ادا کیا اور اسی کے ساتھ اجتماع برخاست کرنے کا اعلان بھی کیا۔ (مرتب، محمد سلیمان قاسمی فرخ آبادی استاد درسگاہ)

خطبۂ صدارت

تعلیمی ہفتہ

عزیر منظور شمسی

(تعلیمی ہفتہ کے ایک اہم پروگرام "بچوں کا اجتماع میں" جناب عزیر منظور شمسی صدر جمعیۃ الطلبہ نے ذیل کا خطبۂ صدارت پیش فرمایا۔)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم۔

محترم بزرگو اور عزیز ساتھیو!

خالقِ کائنات کا یہ بہت بڑا فضل و کرم ہے کہ آج ہم اپنے بزرگوں کے سامنے اپنی کچھ باتیں عرض کرنے کے قابل ہوئے ہیں۔ اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنے کے بعد ہم اپنے بزرگوں کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ہماری درخواست پر یہاں تشریف لانے کی زحمت فرمائی۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری پوری کارروائی مشفقانہ توجہ کے ساتھ سماعت فرمائیں گے اور ہمیں اپنے مفید اور قیمتی مشوروں سے مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمائیں گے۔

حضرات تعلیمی ہفتہ کے بارے میں کچھ عرض کرنے سے پہلے میں آپ حضرات سے اجازت لیتے ہوئے درسگاہ کے نصاب اور اس کے پروگرام کے بارے میں کچھ عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔

محترم سامعین۔ درسگاہ اپنی زندگی کے بائیسویں سال میں داخل ہوئی ہے۔ اس مختصر سی زندگی میں درسگاہ نے اپنے بچوں کو مختلف زبانوں سے آشنا کیا اردو عربی انگریزی اور ہندی میں اچھی خاصی صلاحیت پیدا کی ان زبانوں کے ساتھ مختلف علوم سے روشناس کیا فقہ سیرت و تعلیمات تاریخ اسلام تاریخ ہند جغرافیہ ریاضی اور سائنس جیسے علوم مناسب معیار کے مطابق ہمیں سکھائے اور پڑھائے۔

محترم حضرات: جو طلبہ یہاں سے پڑھ کر نکلے ہیں وہ اپنی مادر علمیہ کا احسان کبھی فراموش نہیں کر سکتے ہماری درسگاہ کے کئی طلبہ نے نہ صرف ہندوستان کی درسگاہوں میں اور مختلف یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی بلکہ اپنے ملک کی سرحدوں کو پار کر کے مدینہ یونیورسٹی پہونچے کچھ طلبہ نے مصر میں اپنی علمی سرگرمیاں جاری رکھیں اور کچھ طلبہ انگلستان اور امریکہ میں اسلامی علوم اور دیگر علوم میں ریسرچ کر رہے ہیں کچھ طلبہ دین کی خدمت کے لیے یوگنڈا اور نائجیریا میں سرگرم عمل ہیں اس وقت تک کچھ طلبہ ڈاکٹر اور انجنیئر بن چکے ہیں ایم اے اور ایم ایس سی امتیازی نمبروں سے پاس کیا ہے کئی طلبہ نے دینی درسگاہوں سے نمایاں کامیابی کے ساتھ فراغت حاصل کی ہے۔

محترم بزرگو یہاں اس بات کی میں وضاحت کر دوں کہ بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرنا ہمارے لیے قابل فخر بات نہیں ہے ہماری درسگاہ کے لیے باعث مسرت بات اگر ہو سکتی ہے تو یہ کہ ان طلبہ کی ایک بڑی تعداد اسلام سے محبت رکھتی ہے اور اسلامی کردار کی حامل ہے۔

محترم سامعین: اب میں اس سال کی سرگرمیوں کا مختصر سا حال سناؤں گا آپ حضرات واقف ہیں کہ درسگاہ میں ہماری جمعیۃ قائم ہے جمعیۃ کے پروگرام کے مطابق

تقریباً ہر جمعرات کو بچوں کے تقریری پروگرام ہوتے رہتے ہیں امروہہ میں ہر سال تقریری اور تحریری مقابلے ہوتے ہیں اس سال بھی ہمارے ساتھی ان مقابلوں میں شریک ہوئے اور انعامات حاصل کیے۔ مختلف مواقع پر درسگاہ میں اہل علم حضرات کی توسیعی تقاریر کا بھی انتظام کیا گیا ہے اس سال ہم نے ایک نیا اور دلچسپ تجربہ کیا جو بحمد اللہ بہت کامیاب رہا درجۂ ششم، ہفتم اور ہشتم کے تقریباً تمام طلبہ اپنے محترم اساتذہ صاحبان کے ساتھ سوار ہو گئے ہم سب نے مل کر اپنے کئی گروپ بنا لیے طلبہ کے یہ گروپ قصبہ کی مختلف سمتوں کی طرف روانہ ہوئے گھر گھر پہونچ کر ہم نے لوگوں کو اپنے اجتماع میں آنے کی دعوت دی اور بعد نماز عشاء ایک مسجد کے وسیع صحن میں اپنا اجتماع رکھا۔ تقریریں کیں اور نظمیں سنائیں۔ خدا کا شکر ہے لوگ کافی تعداد میں آگئے تھے اور ان سب نے ہمارے اجتماع سے اچھے اثرات قبول کیے۔

معزز سامعین! پچھلے سال ہماری جمعیۃ کی طرف سے ایک میگزین پہلی مرتبہ شائع ہوا جو عام طور پر بہت پسند کیا گیا اس سال ہم دوسرا میگزین ان شاء اللہ شائع کریں گے۔

محترم سامعین! پکنک کے پروگرام بھی جو ہمارے نصاب تعلیم کا جزو ہیں بہت دلچسپ اور معلوماتی رہے ان تفریحی پروگراموں میں ہمارا ایک سفر کاٹھ گودام کی طرف تھا جہاں جغرافیہ کو عملی شکل میں ہم نے دیکھا۔ ہمالیہ کا پرشکوہ پہاڑی سلسلہ ہمارے سامنے آیا ہمالیہ سے بہتے ہوئے چشموں میں ہم نے وضو کیا ہمالیہ کی وادی میں ہماری اذانیں گونجیں اور نمازیں ادا ہوئیں۔

محترم بزرگو۔ اب میں تعلیمی ہفتہ کے بارے میں کچھ عرض کروں گا اس ہفتہ کے منانے کا پہلا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی سرگرمیوں کا حال اپنے بزرگوں کو سنائیں اور ان سے مفید مشورے حاصل کریں دوسرا مقصد یہ ہے کہ ہمارے ساتھی جو سال بھر اپنے ساتھیوں کے سامنے تقریروں کی مشق کرتے رہے ہیں وہ اب اپنے بزرگوں کے سامنے بھی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں تیسرا مقصد یہ ہے کہ بچوں کے مشاعرہ اور بیت بازی کے مقابلوں میں حصہ لے کر شعر فہمی کا اچھا سا ذوق اپنے اندر پیدا کریں چوتھا مقصد یہ ہے کہ آرٹ سے دلچسپی رکھنے والے طلبہ تعلیمی نمائش کے لیے پوسٹر تیار کریں اور اپنی ذہنی صلاحیتوں کو فروغ دیں پانچواں دلچسپ مقصد یہ ہے کہ کھیل کے میدان میں بھی طلبہ اپنی جسم کی توانائیوں کا مظاہرہ کریں چھٹا مقصد یہ ہے کہ طلبہ میں انتظامی صلاحیت پیدا ہو گروپوں کے لیڈر اور ٹیموں کے کپتان اپنے اندر انتظامی اہلیت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

عزیز ساتھیو! ان تمام سرگرمیوں کے بعد کل کا دن ہمارے لیے بڑا پرکشش ہوگا۔ مقابلوں میں حصہ لینے والے طلبہ کل انعامات حاصل کریں گے یہ انعامات ہمارے لیے بڑی قیمت رکھتے ہیں ان سے ہماری بڑی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

عزیز دوستو! اب آپ بے تاب ہوں گے آج کا دلچسپ پروگرام سننے کے لیے میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ صرف اتنا اور بتا دوں کہ معلوماتی تقریروں کے علاوہ کئی پرکیف نظمیں سنائی جائیں گی۔ کئی دلچسپ لطیفے آپ کو گدگدائیں گے اور دو دلچسپ مکالمے پیش ہوں گے پہلے مزاحیہ مکالمہ پیش ہوگا بعد میں ایک دوسرا مکالمہ پیش کیا جائے گا جس میں درد انگیز اور پر اثر مناظر آپ کے سامنے آئیں گے۔

مجھے امید ہے کہ ڈھائی گھنٹے کا یہ پروگرام میرے ساتھیوں کے لیے نہ صرف دلچسپ ہوگا بلکہ بہت مفید ہوگا۔ مجھے اپنے بزرگوں سے امید ہے کہ اپنی مشفقانہ توجہ کے ساتھ ہمارا پروگرام سماعت فرمائیں گے اور ہمیں اپنے مفید مشوروں سے نوازیں گے

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔



تعلیمی ہفتہ ✶ طلبہ کی تقریریں

پیارے نبیؐ کا رحم و کرم

سعید اختر - درجہ پنجم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محترم بزرگو اور پیارے ساتھیو! محبت اور رحمت کے بارے میں ہر مذہب نے اپنے ماننے والوں کو کچھ نہ کچھ ضرور بتایا ہے لیکن ہمارے پیارے نبیؐ نے اپنے عمل سے جس طرح محبت اور رحمت کو پیش کیا ہے وہ اتنا عجیب اور حیرت ناک ہے کہ مذہب کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

دوستو! پیارے نبیؐ کے بارہ میں اللہ تعالے نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ یعنی ہم نے تمہیں دونوں عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کی کئی حدیثوں میں رحم اور شفقت کرنے کی تعلیم ملتی ہے۔ ایک جگہ آپ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص انسانوں پر رحم نہیں کرتا اس پر خدا بھی رحم نہ کرے گا" ایک جگہ آپ نے فرمایا کہ "رحم کرنے والوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا خدا رحم کرے گا۔ تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا

بزرگو اور دوستو! انسانوں پر پیارے نبیؐ نے جس جس طرح رحم اور شفقت فرمائی ہے اس کی داستان تو اتنی بڑی ہے کہ برسوں میں بھی ختم نہ ہوگی۔ لیکن آج آپ دو چار واقعات ان بے زبان جانوروں کے بارے میں سن لیجئے جن پر آج بھی کم ہی لوگ رحم کھاتے ہیں۔

دوستو! پیارے نبیؐ سے پہلے عرب میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی مر جاتا تو اس کی سواری کے جانور کو اس کی قبر پر باندھ دیتے اور اسے چارہ پانی کچھ نہ دیتے اور وہ اسی حالت میں سوکھ سوکھ کر مر جاتا۔ پیارے نبیؐ آئے تو آپ نے اس سنگدلی کو مٹا دیا۔

عرب میں ایک یہ بھی طریقہ تھا کہ جانور کو کسی چیز سے باندھ کر اس پر نشانہ لگاتے یہاں تک کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا۔ حضورؐ نے سختی کے ساتھ حکم دیا کہ کسی جاندار کو اس طرح نشانہ نہ بنایا جائے۔

عرب میں زندہ اونٹ کے کوہان اور دنبہ کے دم کی چکتی بھی کاٹ کر کھانے کا رواج تھا آپ نے ایسے گوشت کو مردار کہا اور اس کے کھانے کو منع فرمایا اور جو لوگ زندہ جانور کے کسی عضو کو کاٹ ڈالتے ہیں ان پر لعنت بھیجی۔

ایک بار آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایک ننھی چڑیا کو بھی بلا ضرورت مارے گا تو وہ قیامت کے دن خدا کے سامنے فریاد کرے گی کہ فلاں شخص نے مجھے بلا وجہ مار ڈالا نہ میری زندگی سے مجھے فائدہ اٹھانے دیا نہ مجھے مار کر مجھ سے اس نے کوئی فائدہ اٹھایا۔ اور اللہ تعالیٰ اس چڑیا کا انصاف فرمائیں گے

ایک دفعہ صحابہ کے ساتھ آپ سفر کر رہے تھے پڑاؤ ایسی جگہ ہوا جہاں چیونٹیوں کی ماند تھی آپ پڑاؤ سے کچھ دور تشریف لے گئے تھے جب واپس لوٹے تو دیکھا ایک صاحب نے جس جگہ چولھا جلایا ہے وہیں قریب سے چیونٹیاں بلوں سے نکل کر بھاگ رہی ہیں، آپؐ نے پوچھا یہاں کس نے آگ جلائی ہے پھر جب ان صحابی نے اپنے آپ کو پیش کیا جنہوں نے آگ جلائی تھی تو آپ نے فرمایا فوراً آگ بجھاؤ۔

آپؐ نے ایک بار صحابہ سے فرمایا کہ جو جانور تمہیں نقصان نہیں پہونچاتے یا ان سے انسانوں کو کوئی فائدہ پہونچتا ہے ان کا مارنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے خاص طور پر چیونٹی، شہد کی مکھی، اور ننھی چڑیوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔

آپؐ کی رحمت کا حال شاید جانور بھی سمجھتے تھے کہ آپ کو دیکھ کر اپنی تکلیفوں کا اظہار کرنے لگتے۔ ایک بار آپ کسی انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے جہاں ایک کمزور اونٹ بندھا ہوا تھا۔ اونٹ نے آپ کو دیکھتے ہی بلبلانا شروع کیا اور اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ آپ اس کے پاس گئے اور اس کے سر اور منھ پر ہاتھ پھیرنے لگے پھر آپ نے پوچھا کہ یہ اونٹ کس کا ہے؟ ایک نوجوان انصاری نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میرا اونٹ ہے۔ آپؐ نے فرمایا "تم اس خدا سے نہیں ڈرتے جس نے تم کو اس اونٹ کا مالک بنایا ہے؟ یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس کی طاقت سے زیادہ اس سے کام لیتے ہو۔

آپ نے جانوروں کے منھ پر داغنے یا منھ پر داغنے سے منع فرمایا اور ایسا کرنے والے کو ملعون کہا اسی طرح آپنے جانوروں کو باہم لڑانے سے بھی منع فرمایا کہ اس طرح وہ لڑانے والوں کی خوشی کے لیے زخمی ہو جاتے ہیں اور تکلیف اٹھاتے ہیں۔

آپ کو جانوروں کے آرام کا اتنا خیال تھا کہ بلا ضرورت سواری کے جانوروں پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جب تم سرسبز زمین پر سفر کرو تو اپنے جانور کو آہستہ چلاؤ تاکہ وہ چرتا چگتا آرام سے چل سکے۔ اور جب خشک زمین پر سفر کرو تو اپنے جانور کو تیز چلاؤ تاکہ راستہ میں گھاس چارہ کی اسے جو تکلیف پہونچتا ہو اس سے جلد وہ نجات پا جائے۔

بزرگو اور پیارے ساتھیو غور کرو کہ ایسی اچھی تعلیم نبی کے سوا اور کون دے سکتا ہے اور کون اتنا رحم دل ہو سکتا ہے کہ انسان تو انسان جانوروں تک کی آرام و راحت کا اتنا خیال رکھے۔ وآخر دعوانا۔

کھیلوں کے دلچسپ مظاہرے: بقیہ صفحہ ۲۸

اونچی کود میں ظفر امام سہسرامی اول اور امداد حسین رحمانی مظفر پوری دوم آئے۔

اونچی کود B گروپ میں عبدالوہاب کلکتہ اول اور محمد حنیف کانپوری دوم آئے۔

بیڈمنٹن میں ظفر امام مجاہد علی خاں گروپ اول رہا۔

مرتب: اقبال حسین خاں صاحب۔ استاد درسگاہ۔

تعلیمی ہفتہ
طلبہ کی تقریریں

عہدِ فاروقی کی ایک جھلک

ابرار حسین رحمانی
مظفر پوری

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفےٰ۔

جناب صدر، معزز حاضرین اور پیارے ساتھیو!

میں اس وقت آپ کے سامنے اسلام کے نامور فرزند، رسول اللہ صلعم کے جانباز ساتھی اور مسلمانوں کے دوسرے خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت کی ایک جھلک پیش کرنا چاہتا ہوں۔

ساتھیو! حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہایت پختہ ایمان کے مالک اور اعلیٰ اخلاق کا بہترین نمونہ تھے۔ آپ اولوالعزمی، ہوشمندی، دوراندیشی، حق پرستی راست گوئی، خدا ترسی، زہد و قناعت اور سادگی کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ کو بارگاہِ نبوت میں خاص تقرب حاصل تھا۔ آپ ہی وہ خوش نصیب انسان ہیں جن کے مسلمان ہونے کے لیے رسول اللہ صلعم نے دعا فرمائی تھی، اور آپ ہی کی عظمت و جلالت کو ظاہر کرتے ہوئے دُنیا کے آخری پیغمبر صلعم نے فرمایا تھا کہ:-

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضی ہوتے۔"

بھائیو! اسلام میں خلافت کا سلسلہ اگرچہ حضرت ابوبکر رضی کے عہد سے شروع ہوا، اور مختصر سے صدیقی دورِ خلافت میں بھی بڑے بڑے کام انجام پائے، لیکن عام تمام شعبہ جات کے ساتھ اسلامی حکومت کا منظم اور باقاعدہ آغاز حضرت عمر رضی کے مبارک دور سے شروع ہوا۔ صدیقی دور میں بھی جس قدر بڑے بڑے کام انجام پائے سب میں حضرت عمر رضی شریک رہے۔ قرآن مجید کی جمع و ترتیب کا کام خاص آپ ہی کے مشورہ اور اصرار سے عمل میں آیا تھا۔

دوستو! حضرت صدیق اکبر کی وفات کے بعد زمام خلافت حضرت عمر رضی کے ہاتھ میں آئی۔ صدیقی دور میں ملکی فتوحات کا آغاز ہو چکا تھا، حضرت عمر رضی نے پوری اولوالعزمی کے ساتھ اس مہم کو آگے بڑھایا اور مسلمانوں پر فتوحات اور کامیابی کے چاروں طرف دروازے کھول دیئے۔

آپ نے اپنے دس سالہ دور خلافت میں ایسے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے جن کی نظیر تاریخِ اسلام ہی نہیں، تاریخِ انسانیت میں بھی ڈھونڈے نہ ملے گی۔ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں اسلام دشمن طاقتوں کو پیس کر رکھ دیا اور قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان حکومتوں کا تختہ الٹ دیا۔ روم و ایران کی حشمتیں مصر و فلسطین کی شوکتیں اور دنیا کی تمام فوجی قوتیں، اسلامی طاقت کے آگے ناچیز ہو کر رہ گئیں — آپ نے اپنے عہد میں حکومت و سلطنت کا باقاعدہ نظام قائم کیا اور اس کو اس قدر ترقی دی کہ حکومت کے جس قدر ضروری شعبے ہیں سب آپ کے عہد میں قائم ہو چکے تھے۔

دوستو! حضرت فاروقِ اعظم رضی کے زمانے میں کثرت سے اسلام پھیلا اور سب سے بڑی بات یہ کہ آپ اسلام کی آئندہ اشاعت

کے لیے راستہ صاف کر گئے۔ آپ کے دورِ خلافت میں ایک ہزار چھتیس ۳۶ شہر فتح ہوئے، بہت سے ممالک قبضے میں آئے اور اسلامی ملکوں کا رقبہ بائیس لاکھ اکیاون ہزار تیس مربع میل تک پھیل گیا اسلام دنیا کی ایک عظیم سیاسی و تمدنی طاقت بن گیا اور دنیا بھر میں اسلام کی دھاک بیٹھ گئی، آپ نے اسلامی ملکوں میں بڑے وسیع پیمانے پر قرآن کی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا اور چار ہزار مسجدیں بنوائیں۔ سن ہجری بھی آپ ہی کے دور میں تجویز کیا گیا۔

معزز حاضرین! فاروق اعظمؓ نے اپنے دورِ خلافت میں جس بے نظیر مساوات اور بے لاگ عدل و انصاف کا نمونہ دکھایا اس کی نظیر بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ لوگ سکندر کی فتوحات اور نوشیرواں کے عدل کو بھول گئے اور "عدل فاروقی" ایک روشن و تابناک تاریخی لفظ بن گیا۔

ساتھیو! دین کو جیسا عروج و اقبال، اسلام کو جیسی شوکت اور مسلمانوں کو جیسی طاقت آپ کے عہد میں حاصل ہوئی وہ کسی بھی فرماں روا کے عہد میں نہ ملی۔ باغی و سرکش آپ کے نام سے کانپتے تھے اور شیطان و ابلیس آپ سے دور بھاگتے تھے۔ آپ کا دور تاریخِ اسلام کا ایک شاندار باب تھا اور آپ ایک مثالی حکمراں تھے۔

اللہ کی ہزاروں رحمتیں ہوں اس پاکباز انسان پر جس نے اپنی پوری زندگی، زہد و قناعت، دین کی اشاعت اور اسلامی حکومت کے استحکام و انتظام میں گذار دی اور بادشاہی میں فقیری کر کے دکھا دی ؎

"آنکھ پھر منتظرِ تیغِ قیادت ہے ابھی
ایک فاروقؓ کی دنیا کو ضرورت ہے ابھی

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

تعلیمی ہفتہ
طلبہ کی تقریریں

اسلام اور اتحاد

زبیر اقبال درجہ ششم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہِ الکریم

جناب صدر! بزرگانِ ملت اور ساتھیو! اس زمین اور اس آسمان میں ہر جگہ اور ہر چیز میں قدرت و کمال پایا جاتا ہے، جاہ و جلال دکھائی دیتا ہے، نظم اور استحکام نظر آتا ہے حسن و جمال کے جلوے نظر آتے ہیں، یہ سب کیا ہے سوچیے اور غور کیجیے، یہ سب اسلام اور اتحاد کی کارفرمائی ہے جس نے اس دنیا اور کائنات کو ہمالیہ سے زیادہ بلندی اور مضبوطی عطا کی، باغ و چمن سے زیادہ حسن سے نوازا، تاج محل سے زیادہ خوبصورتی دی ہے، گنگ و جمن سے زیادہ سخی اور کوثر و تسنیم کی طرح فیاض بنایا ہے۔

ساتھیو اور دوستو! اسلام خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کو کہتے ہیں اور کائنات کا یہ سارا حسن و جمال نظم اور استحکام اللہ کی اطاعت اور اس کے قانون طبعی پر چلنے کا نتیجہ ہے قانونِ فطرت خدا ہی نے تو بنایا ہے اور پوری کائنات اس کی پابندی میں مسخر ہے۔ جس روز یہ اطاعت اور اتحاد ختم ہوا کائنات کا خوبصورت چمن اسی روز بلکہ اسی آن اپنی خوبصورتی کھو دے گا، بلکہ یہ مضبوط رشتہ ٹوٹ پھوٹ جائے گا اس کے عناصر بکھر جائیں گے اور کائنات دم توڑ دیگی اور سارا کھیل بگڑ کر رہ جائے گا۔

دوستو! یہی حال ہمارا ہے۔ ہم کی اس ننھی سی مشین کا ہے یہ بھی اللہ کی اطاعت میں متحد اور عجیب حیرت انگیز طریقہ پر اپنا کام کیے جارہی ہے۔ ہماری صحت و توانائی کا ہماری ساری کارفرمائیوں اور ہماری تمام چلت پھرت اور کوشش کا دار و مدار، اسی اتحاد اور قانونِ طبعی کی پابندی پر ہے۔

لیکن ساتھیو! ہم جمادات اور نباتات نہیں ہیں ہم نرے حیوان بھی نہیں ہیں ہم صرف عناصر کا مجموعہ بھی نہیں ہیں بلکہ ہم ایک، اخلاقی وجود رکھتے ہیں۔ ہم عقل و شعور کے مالک ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اختیارات سے نوازا ہے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا ہے اور یہی اختیار اور آزادی ہمارا طرۂ امتیاز ہے

ساتھیو! ہماری شعوری اور اختیاری زندگی میں بھی نظم و استحکام حسن و جمال اور شان و شوکت اگر پیدا ہو سکتی ہے تو اس کا ذریعہ بھی اسلام اور اتحاد ہی بن سکتا ہے۔ اگر ہم امن و سکون عروج و ترقی چاہتے ہیں اگر ہم اخلاق اور انسانیت کا فروغ چاہتے ہیں تو ہم کو اتحاد کا دامن تھامنا ہوگا اللہ تعالےٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی ڈگر پر چلنا ہوگا اسلام کی رسّی کو تھامنا ہوگا۔ رسول اللہ صلعم کی پیروی کرنا ہوگی۔

عزیز ساتھیو! آپ سوچتے ہوں گے کہ اتحاد کی ضرورت اور اہمیت تو سمجھ میں آتی ہے لیکن یہ اسلام کیوں ضروری ٹھیرا۔ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا اتحاد سے کیا تعلق اتحاد کی بنیاد تو وطن بھی بن سکتا ہے اور نسل و نسب رنگ اور زبان وغیرہ مختلف بنیادوں پر اتحاد ہو سکتا ہے آخر اتحاد کے لیے اسلام ہی کیوں ضروری ہے۔

دوستو! تمام انسانوں کو متحد کرنے اور متحد رکھنے کے لئے قوم و وطن یا نسل و نسب رنگ اور زبان بلکہ کوئی بھی مادی چیز بنیاد نہیں بن سکتی کیوں کہ وطن اور قومیں مختلف ہیں، نسلیں بھی مختلف ہیں سارے انسان ایک رنگ بھی نہیں رکھتے زبانیں بھی بہت سی ہیں اور پیشے بھی نہ معلوم کتنے ہیں آخر یہ چیزیں تمام انسانوں کو کس طرح متحد کر سکتی ہیں؟

نوجوان دوستو! آپ اپنی جوان عقل اپنے زندہ دل اور اپنی بہترین سوجھ بوجھ سے کام لیں تو یہ حقیقت کھل کر آپ کے سامنے آجائے گی کہ اسلام کے علاوہ اتفاق اور اتحاد کی بنیادیں جن پر تمام انسان اکٹھا ہو سکیں ہمیں کہیں سے بھی فراہم نہیں ہو سکتیں اسلام انسانوں کو جن بنیادوں پر امن و سلامتی اتفاق اتحاد کی دعوت دیتا ہے اور آخرت کی کامیابی اور نجات کی خوشخبری سناتا ہے وہ تین ہیں توحید رسالت اور آخرت وہ ایک خدا کی طرف بلاتا ہے وہ ایک نظام قائم کرنے کی دعوت دیتا ہے اور اس طرح سارے انسانوں کو ایک کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ کہتا ہے تمہارا خدا ایک تمہارے ماں باپ بھی ایک تھے۔ لہٰذا تم بھی ایک ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر متحد ہو جاؤ اللہ کے رسول کی اطاعت پر متحد ہو جاؤ خوشنودیِ رب کی منزل پر پہونچنے کے لیے متحد ہو جاؤ وہ ہانکے پکارے کہتا ہے وہ ڈنکے کی چوٹ کہتا ہے وہ علی الاعلان کہتا ہے اے کالے گورے انسانو اللہ کی اطاعت پر متحد ہو جاؤ کامیاب ہو گے جنت پاؤ گے کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔

ساتھیو! اب رخصت ہوتا ہوں یاد رکھو کامیابی کا دامن اسلام اور اتحاد سے وابستہ ہے۔

بقیہ صفحہ ۵۳

کے دائرے میں رہتے ہوئے درایت پر مبنی ہے یعنی عقل کی کسوٹی پر پوری اترتی ہے چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ یہ فقہ دوسری فقہوں کے مقابلے میں سہل اور آسان ہے۔ پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ اس فقہ میں اسلامی حکومت کی غیر مسلم رعایا کو بڑی فراخی سے حقوق دیئے گئے ہیں اور یہ ایسی خصوصیت ہے جس میں دوسری کوئی فقہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

تعلیمی ہفتہ
طلبہ کی تقریریں

عقیدۂ آخرت اور سائنس

عبد الصمد
(درجہ ہفتم)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب صدر! معزز سامعین!

ہمارا ایمان چند عقائد کا مجموعہ ہے جو آمنت باللہ کی رو سے سات چیزیں ہیں مگر یہ صرف تین بنیادی عقائد کے ذیل میں آسکتی ہیں یعنی توحید، رسالت اور آخرت۔ رہا یہ سوال کہ یہ عقائد صحیح ہیں یا غلط؟ مثلاً خدا ہے یا نہیں؟ اس کی طرف سے رسول آئے ہیں یا نہیں؟ اور قیامت اور اس کے بعد کی زندگی ہو سکتی ہے یا نہیں تو یہ سب ایسی حقیقتیں ہیں جن کو مادی سائنس سے ثابت نہیں کیا جا سکتا اگر یہ تجربہ اور مشاہدہ کے دائرہ میں آسکتے تو ایمان بالغیب کا مطالبہ غیر ضروری ہوتا اور ایسی صورت میں ان کے مان لینے میں کوئی کمال بھی نہ ہوتا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ عقائد مضحکہ خیز نہ ہوں۔

حضرات! عقیدۂ آخرت میں موجودہ کائنات کا فنا ہونا، دوبارہ زندہ ہونا۔ انسانوں کو ان کا نامۂ اعمال دیا جانا، اعمال کا تولا جانا۔ اور جنت یا دوزخ کی شکل میں سزا یا جزا پانا وغیرہ شامل ہے۔ پہلے کائنات کے فنا ہونے پر غور کیجئے! مسلمان ہونے کی حیثیت سے تو اتنا ہی کافی ہے کہ جب یہ کائنات خدا کی بنائی ہوئی ہے تو وہ اس کو فنا کرنے پر بھی قادر ہے اور جب وہ خود اس کے فنا ہونے کی خبر دے رہا ہے تو اس کا فنا ہونا لازمی ہے۔ ایک بدو نے جب قرآن کی یہ بات سنی کہ "قسم ہے زمین و آسمان کے پروردگار کی، روزِ جزا برحق ہے اور ایسا یقینی ہے جیسے تم باتیں کرتے ہو" قرآن کی یہ بات سنتے ہی بدو نے چیخ ماری اور کہا وہ کون ظالم تھا جس کو یقین دلانے کے لیے میرے رب کو قسم کھانی پڑی۔

حضرات! اب کائنات کا فنا ہونا سائنس کی نظر میں بھی ناممکن نہیں رہا۔ بڑے غور و فکر کے بعد سائنسداں اس نتیجے پر پہونچے ہیں کہ روشن اجرام فلکی ہائڈروجن سے بنے ہوئے ہیں، سورج کے پیٹ میں تقریباً دو کروڑ درجہ سینٹی گریڈ کی حرارت پائی جاتی ہے جس سے ہائڈروجن گیس جل جل کر ہیلیم گیس میں تبدیل ہوتی رہتی ہے اندازہ لگایا گیا ہے کہ سورج کے وزن میں تقریباً ۴۰ لاکھ ٹن کی کمی فی سکنڈ ہو رہی ہے۔ ساری ہائڈروجن جل چکنے پر سورج بے نور اور سرد ہو جائے گا لیکن یہ صورتحال اربوں سال کے بعد پیدا ہوگی، مگر دوستو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ قیامت بھی اربوں سال کے بعد ہی آئے گی۔ سائنسدانوں کے بیان کے مطابق ستارے عام طور پر پراسرار دھماکوں سے پھٹتے رہتے ہیں اور ان کا مادہ منتشر ہوتا رہتا ہے۔ غرض کہ ستاروں کی دنیا میں موت و حیات کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اور سورج بھی ایک ستارہ ہی ہے لہٰذا وہ کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے

حضرات! مردوں کا زندہ ہونا، اعمال کا تلنا اور نتیجہ میں جنت یا دوزخ کا ملنا بھی عقلاً محال نہیں ہے کیونکہ سائنس سے ان حقائق کا ثبوت بھی مل چکا ہے کہ ہماری آوازیں، ہمارے مرنے کے بعد بھی فضا میں موجود رہتی ہیں۔ ہماری جملہ حرکات کے فوٹو بھی موجود رہتے ہیں چنانچہ ایسے کیمرے ایجاد کئے گئے ہیں جو کسی

مجمع کا فوٹو اس کے برخاست ہوجانے کے بعد بھی لے سکتے ہیں یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ ہمارے خیالات ہمارے دماغ کے تہ خانہ میں ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمارے خیالات ہماری آوازوں اور تمام چلت پھرت کا فلم تیار ہونا کیا تعجب کی بات ہے۔

حضرات! عقیدۂ آخرت ایک ایسا تازیانہ ہے جو انسان کو ہمیشہ اعمال کی درستی پر چست رکھتا ہے آخرت کا یقین جتنا پختہ ہوگا اتنا ہی آدمی متقی ہوگا اور اعمالِ صالحہ پر حریص ہوگا اور جتنا یہ عقیدہ کمزور ہوگا اتنا ہی انسان گناہوں پر دلیر ہوگا۔ اس کے معاملات، معاشرت، اخلاق، سیاست وغیرہ سب خراب ہوں گے اور ایسے لوگوں کی کثرت سے معاشرہ بھی خراب ہو جائے گا، اور دنیا فساد سے بھر جائے گی جیسا کہ موجودہ دور میں آپ دیکھ رہے ہیں۔

صاحبو! عقائد اعمال کی جڑیں ہیں جڑ کی خرابی سے درخت کبھی سرسبز و شاداب نہیں رہ سکتا اور نہ اچھے پھل ہی پیدا کر سکتا ہے۔ اس لیے ہمیں اپنے عقائد کا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے کہ ان میں کسی طرف سے کمزوری تو نہیں آگئی ہے۔

حضرات! سائنس اگرچہ قیامت کا وقت مقرر کرنے سے قاصر ہے مگر ہم کو بتلا دیا گیا ہے کہ قیامت اس وقت ہوگی جب زمین پر کوئی اللہ اللہ کرنے والا باقی نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت پر پکا یقین بخشے اور اس کے تقاضے پورے کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

> انسان کا دل ایک دن میں تقریباً ایک لاکھ اٹھ سو بار حرکت کرتا ہے۔ تقریباً چار کروڑ بار سالانہ اور ڈیڑھ ہزار گیلن روزانہ خون پھینکتا ہے اور دو گھنٹوں میں ہمارے جسم کے لیے اتنی قوت فراہم کرتا ہے جو ۶۵ من بوجھ کو ایک ہزار فٹ اوپر اچھالنے کے لیے کافی ہو—

تعلیمی ہفتہ

طلبہ کی تقریریں

تاریخ کے جھروکوں سے

راشد بیگ رامپوری درجہ ہشتم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

صدرِ محترم، معزز حاضرین، ماؤ اور بہنو

قدرت کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ جن اقوام نے مالکِ حقیقی کو پہچاننے کی کوشش کی اس کی نعمتوں کا جائز استعمال کیا، اس کے بندوں سے اچھی طرح پیش آئیں ظلم کو مٹایا سادگی و جفاکشی سے کام کئے بگڑے نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین کا وارث بنادیا پھر جب خواہشات کی پیروی میں ظلم و ستم اختیار کیا تنبیہوں اور مواقع دیئے جانے کے باوجود نہ سنبھلے تو ان پر تباہی مسلط ہوگئی۔ یہ ہے وہ قانونِ الٰہی جو کبھی تبدیل نہیں ہوتا

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔

تاریخِ انسانی کے تھوڑے ہی اوراق پلٹیے، دیکھیے! نوح علیہ السلام کو جھٹلانے والے کہاں غرق ہو گئے۔ عاد و ثمود کا کیا حشر ہوا اور کس طرح راکھ کے ڈھیر میں دب کر رہ گئے۔ اہلِ یونان پومپائی۔ آغادیر کی تفریح گاہ کہاں بکھر کر رہ گئیں۔

میمفس بابل اور نینوا کے کھنڈرات آج بھی اپنی بربادی پر سوگوار ہیں قارون کی دولت فرعون و نمرود کی خدائیاں نہ جانے کس ریگ زار میں دھنس کر رہ گئیں بڑے بڑے ظالم

پیوندِ زمین ہو گئے قلوپطرہ کے حسن و جمال کو کس سانپ نے ڈس لیا انسانی جانوں کے ساتھ کھیلنے والے رومی کس بھو کے شیر کا لقمہ بن گئے روم کو آگ لگانے والے نیرو کی بانسری اپنی ہی لے میں بھسم ہو کر رہ گئی۔ حضرات غور کیجئے خدائی ہدایت کے دعوت نامہ کو چاک کر دینے والوں کی سلطنت کے پرخچے کس طرح اڑ گئے۔

پھر اس خدائی نظام کی جھلکیاں بھی آپ کی نظروں سے اوجھل نہ رہیں جس کے بارے میں گاندھی جی کی تمنا تھی کہ عمرؓ جیسی مثالی حکومت بھارت میں بھی پروان چڑھے۔

معزز حاضرین سنئے۔ حضرت عمرؓ حسبِ معمول گشت لگا رہے ہیں کہ ایک گھر سے آواز آتی ہے کہ بیٹی دودھ میں پانی ملا دو بیٹی منع کرتے ہوئے خلیفہ کے اعلان کا حوالہ دیتی ہے۔ ماں کہتی ہے کہ کیا خلیفہ دیکھ رہا ہے۔ اب جگر تھام کر بیٹی کا جواب سنئے خدا تو دیکھ رہا ہے

اور دیکھئے! اخوت و مساوات کے دلکش مناظر۔ یروشلم کا فاتحانہ سفر اور حضرت عمرؓ کے جسم پر پیوند لگا پیرہن غلام اونٹ پر سوار اور آقا عمرؓ نکیل تھامے آگے آگے پاپیادہ فرائض و حقوق کی ادائیگی کا ایسا دور آسمان نے اس کے بعد کبھی نہیں دیکھا۔

حمص فتح ہو چکا تھا۔ جزیہ وصول کر لیا گیا تھا لیکن ایسا ناگزیر نازک موقع آ گیا کہ حفاظت کی ذمہ داری مشکل ہو گئی جزیہ کا ایک ایک پیسہ واپس کیا جا رہا ہے۔ واپس لینے والے فرطِ عقیدت سے اتنے متاثر اور جدائی کے خوف سے اتنے مغموم ہیں کہ مسلمانوں کے دوش بدوش رومیوں کے خلاف صف آرا ہو جاتے ہیں۔

حضرات! یہ ایسی زریں مثالیں جن کی نظیر نہیں امت مسلمہ نے جب تک ان اصولوں کو نشانِ راہ بنائے رکھا عروج حاصل کیا لیکن جب ان سے رخ پھیر لیا تو وسط ایشیا سے قہرِ الٰہی نمودار ہوا لیکن ایمان کی چنگاری ابھی اپنے خاکستر میں دبی ہوئی تھی جو چنگیز کی خونی سطوت پر غالب آئی لیکن ایسا ہوا کیوں!

"مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی"

اور پھر معلوم ہے آپ کو۔۔۔؟

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

کشتیاں جلا کر اپنا مقام پیدا کر دینے والوں نے یہ مثال قائم کر دی تھی کہ ہر ملک ہمارا ملک ہے کیونکہ ہمارے خدا کا ملک ہے۔ کتنا ایمان افروز تھا یہ نظارہ! جس کے لیے افریقہ و یورپ کے سواحل ابھی تک گواہی دے رہے ہیں۔ اور انہیں کے روشن کیے ہوئے چراغوں سے اہالیان یورپ نے وہ توانائیاں حاصل کیں جنہوں نے ان کو ستاروں پر کمند ڈالنے کے قابل بنا دیا۔

لیکن آہ! کتنا جاں فرسا تھا وہ ڈراپ سین جبکہ اندلسیہ کا آخری تن آساں حکمراں آخری قلعہ کی کنجیاں فرڈیننڈ کو پیش کر کے ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ رہا تھا اور مسجدوں کے گنبد و منارے اس کو سر اٹھا کر حسرت سے دیکھ رہے تھے۔

الحمرا اجڑ چکا تھا مسجد قرطبہ میں گھنٹیاں بجنے لگیں تھیں یہ تھا عیش و عشرت اور دین سے غفلت کی داستان کا خونچکاں منظر پھر اس سرزمین سے اذانیں کیسے سنائی دیتیں۔

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

بھائیو! مقامِ عبرت ہے ہمارے لیے جو شعائرِ دین سے دور رہ کر اور اللہ کی ناراضگی سے قریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

سامعین کرام! اسی صدی کی بات ہے آپس کی پھوٹ اپنوں سے بیر و امتیاز کے نتائج میں آلِ عثمان کی قائم کردہ مرکزیت اور خلافت بھی پارہ پارہ ہو کر رہ گئی اور آیاتِ الٰہی کے نگہبان عربوں نے اپنی میراث

گلیم بوذر و دلقِ اویسؓ و چادرِ زہرا

(باقی صفحہ ۵۴ پر)

ایک فرشتہ ایک شیطان

تعلیمی ہفتہ
ایک کہانی

جنید اختر
(درجہ سوم)

ایک تھا بادشاہ۔ ایک دن اس نے اپنے وزیر سے کہا" کوئی ایسی چیز دکھاؤ۔ جسے فرشتہ کہہ سکیں۔ وزیر گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ راستے میں ایک ننھا منا اور خوبصورت لڑکا ملا۔ اس نے وزیر کو دیکھا تو سلام کیا۔ سلام کا جواب دینے کے بعد وزیر اس سے باتیں کرنے لگا۔ لڑکے کی باتیں بڑی اچھی تھیں۔ اس نے کوئی گندی بات منہ سے نہیں نکالی۔ کسی کی برائی نہیں کی۔ وزیر نے سوچا "کتنا نیک اور معصوم ہے یہ لڑکا۔ فرشتے بھی تو ایسے ہی ہوتے ہوں گے۔ بس اسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ نے اس کے باپ کو بلایا۔ لڑکے کے بارے میں بہت کچھ پوچھا۔ معلوم ہوا کہ وہ بہت ہی اچھا لڑکا ہے۔ اپنے ماں باپ اور استادوں کا بہت ادب کرتا ہے۔ ضد اور شرارت نہیں کرتا ہے۔ جھوٹ، چغلی، لڑائی اور چوری سے اسے سخت نفرت ہے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ بولا "سچ مچ اسے تو فرشتہ ہی کہنا چاہیے۔"

اس بات کو کوئی بیس برس ہو گئے کہ ایک دن بادشاہ نے وزیر سے پھر کہا "کوئی ایسی چیز دکھاؤ جسے شیطان کہہ سکیں۔ وزیر نے جیل خانے کی راہ لی۔ وہاں اس نے ایک آدمی کو دیکھا۔ اس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور چہرہ بہت ڈراونا تھا۔ وزیر نے سپاہیوں سے پوچھا "یہ کون ہے، اسے کیوں باندھ رکھا ہے؟"

سپاہیوں نے جواب دیا "یہ بڑا خراب آدمی ہے۔ چوری کرتا ہے شراب پیتا ہے۔ بھلے لوگوں کو ستاتا اور بھولے بھالے آدمیوں کو بہکاتا ہے"

وزیر نے دل میں کہا "سچ مچ یہ شیطان ہے"۔ بس اس کو بادشاہ کے سامنے حاضر کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کے باپ کو پیش کیا جائے۔ سپاہی ایک بوڑھے کو بلا لائے۔ بادشاہ کے سامنے آتے ہی بوڑھا دہاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ بادشاہ نے تسلی دی اور پوچھا "اتنا کیوں روتے ہو؟" بوڑھا بولا "حضور آپ نے مجھے اس سے پہلے بھی ایک بار بلایا تھا۔ اور میری بڑی عزت کی تھی۔ مگر آج میں ذلیل ہو کر آپ کے سامنے آیا ہوں۔"

بادشاہ کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ پوچھا "صاف صاف بتاؤ تمہارا کیا مطلب ہے۔"

بوڑھا بولا "حضور، اب سے کوئی بیس برس پہلے بھی یہ لڑکا دربار میں لایا گیا تھا۔ یہ وہی لڑکا ہے جسے حضور نے "فرشتہ" کہا تھا۔ اس وقت یہ بہت اچھا لڑکا تھا۔ بڑا ہو کر بروں کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے لگا۔ میں نے اسے بہت سمجھایا، اللہ کے غضب سے ڈرایا۔ مگر افسوس اس نے میری ایک نہ سنی اور رفتہ رفتہ خود بھی برا ہو کر رہ گیا اور آج اس کا یہ حال ہے کہ شیطان بن کر آپ کے سامنے آیا ہے۔" یہ سن کر بادشاہ کو بہت دکھ ہوا۔ اور کہا "اللہ میاں کو بھولنے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ خدا ہمیں دنیا کی ہر برائی سے بچائے اور سیدھے راستے پر چلائے۔ آمین۔"

انوکھا انتقام

ایک ایکٹ کا ڈرامہ

منظور الحسن ہاشمی

کردار

نخلستان کا شیخ	جاوید قادر متعلم درجہ ہشتم
فضیل شیخ کا چھوٹا بھائی	افتخار متعلم درجہ ششم
حسان منتظم	عمر سعید احمد متعلم درجہ ہفتم
شکاری	حبیب الرحمٰن متعلم درجہ ششم
مسافر	عطاء الرحمٰن متعلم درجہ ششم
سوار	نعمت اللہ متعلم درجہ ششم
قاصد	عقیل جاوید متعلم درجہ ہفتم
تین اشخاص	مطلوب صغیر، قاسم متعلمین درجہ ششم
خیال	نور الحسن متعلم درجہ ہشتم
قاری	نعمان جلیس متعلم درجہ ششم

پہلا منظر

نخلستان کی پرسکون فضاؤں میں ایک سادہ سا مگر پرشکوہ خیمہ نصب ہے۔ خیمہ کے سامنے کچھ مونڈھے پڑے ہوئے ہیں۔ دور دور کھجور کے اونچے اونچے پیڑ نظر آرہے ہیں

صبح کا سہانا وقت ہے۔ چڑیاں چہچہا رہی ہیں۔ دور میں سے گذرتے ہوئے قافلوں کے نغمے سنائی دے رہے ہیں۔

منزلِ ما دور نیست

خیمہ کے اندر سے شیخ باہر نکلتا ہے۔ اور خیمہ کے سامنے ٹہلنے لگتا ہے۔

شیخ۔ کتنی حسین صبح ہے۔ کیسا سہانا منظر ہے۔ کھجور کے یہ اونچے اونچے پیڑ۔۔ جھیل کا جھلملاتا ہوا پانی۔۔۔۔ شفق کی رنگینیوں نے اسے حسین سے حسین تر بنا دیا ہے۔۔۔۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے اس میں سونا گھول دیا ہو۔

(ٹہلتا ہے۔ اور رک رک کر پر اثر انداز میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتا ہے)

شیخ :۔ ہاں یہ سب میرے پروردگار کے احسانات ہیں۔۔۔ ۔۔۔۔۔ میں۔۔۔ میں ایک چرواہے کا بیٹا تھا۔۔۔۔ یہ اس کا فضل تھا کہ میری بکریوں کا ریوڑ بڑھتے بڑھتے اونٹوں کے ایک بڑے غول میں تبدیل ہوگیا۔

ہاں یہ اس کا کرم تھا کہ میں نے ایک نخلستان خریدا۔۔ پھر دوسرا پھر تیسرا۔۔۔۔

پروردگار میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں تیرا شکر ادا کرسکوں

(دور سے کسی خوش الحان قاری کی دلآویز قرأت سنائی دیتی ہے)

قاری :۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شیخ :۔ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے۔ کلام الٰہی کا پرسوز پیغام۔۔۔ اس قدر درد بھری آواز میں۔۔۔ اس قدر پُر اثر انداز میں۔۔۔ کون شخص قرآن پڑھ رہا ہے۔

بے شک اللہ تعالےٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

لاریب اللہ کی راہ میں قربان ہونے والے سب زندہ ہیں۔۔۔ بدر و حُنین کے شہدا نے اپنے خون سے اسلام

کی آبیاری کی.... کربلا کے شہدا نے اسلام کی مرجھائی ہوئی کھیتی کو اپنے خون سے سینچا۔ دنیائے اسلام کے جانباز مجاہدوں نے قربان ہو کر جسدِ اسلامی میں ہمیشہ گرمی پیدا کی۔

"اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد"

اف اس جھیل کی سرخی میں مجھے ان پاک شہیدوں کا خون جھلملاتا ہوا نظر آرہا ہے..... ان حسین فضاؤں میں ان کے سرمدی نغمے گونجتے ہوئے سنائی دے رہے ہیں۔

(حسان داخل ہوتا ہے)

حسان: السلام علیکم۔ یا شیخ

شیخ: وعلیکم السلام یا اخی.... کہو کیا بات ہے۔

حسان: یا شیخ، ایک مسافر آیا ہوا ہے۔ آپ سے ملنا چاہتا ہے

شیخ: ہاں ہاں میں اس سے ضرور ملوں گا۔ اسے یہاں احترام کے ساتھ لے آؤ

(مسافر داخل ہوتا ہے)

مسافر: السلام علیکم یا شیخ

شیخ: وعلیکم السلام یا اخی۔ اہلاً سہلاً مرحبا۔ آئیے بیٹھئے ---

(دونوں بیٹھ جاتے ہیں)

مسافر: جزاک اللہ۔ آپ کتنے اچھے انسان ہیں۔

شیخ: تعریف کی ضرورت نہیں ہے۔ فرمائیے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

مسافر: میں کئی سو میل سے آرہا ہوں۔

شیخ: خوب، بڑی زحمت فرمائی۔

مسافر: ایک خاص ضرورت سے آیا ہوں۔

شیخ: بلا جھجک فرمائیے۔

مسافر: ہماری وادی میں ایک مسجد تعمیر ہو رہی ہے اس کے لیے کچھ.....

شیخ: کچھ رقم کی ضرورت ہے.... ہاں ہاں اس کارِ خیر میں میری شرکت میرے لیے باعث سعادت ہوگی۔

مسافر: جزاک اللہ۔

شیخ: ارے بھئی حسان۔

حسان: یا شیخ... کیا حکم ہے۔

شیخ: دیکھو بھئی مسافر کو مہمان خانہ میں لے جاؤ تازہ کھجوریں اور بکری کا بھنا ہوا گوشت کھلاؤ اور تازہ دودھ پلا کر ان کی ضیافت کرو اور نعمان سے کہو کہ انہیں دس ہزار دینار دے کر عزت اور احترام کے ساتھ رخصت کریں

مسافر: جزاک اللہ۔ جیسا میں نے سنا تھا ویسا ہی آپ کو....

شیخ: تعریف کا مستحق تو صرف اللہ تعالے ہے اچھا خدا حافظ

مسافر: السلام علیکم

شیخ: وعلیکم السلام

(مسافر اور حسان دونوں جاتے ہیں)

شیخ (ٹہلتا ہوا)

آج دل نہ جانے کیوں بیٹھا جا رہا ہے۔ اس نخلستان کے خوبصورت مناظر آج نہ جانے کیوں غم کی تصویر بنے ہوئے ہیں

(حسان داخل ہوتا ہے)

شیخ: کیوں کیا بات ہے حسان

حسان: یا شیخ آپ کے پڑوسی ملک وادی احمر سے ایک قاصد آیا ہوا ہے۔ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ بہت پریشان معلوم ہوتا ہے۔

شیخ: کیوں خیریت تو ہے۔ بلاؤ جلد بلاؤ۔

قاصد: السلام علیکم یا شیخ

شیخ: وعلیکم السلام یا اخی کیوں کیسے آئے۔ تم کچھ پریشان معلوم ہوتے ہو۔

قاصد: یا شیخ وادی احمر میں ڈاکوؤں کا ایک بڑا گروہ داخل ہوگیا ہے اور اس نے لوٹ مار مچا رکھی ہے۔

شیخ: اچھا۔ تو پھر تم لوگوں نے مقابلہ نہیں کیا۔

قاصد: مقابلہ! مقابلہ ہم سب نے کیا مگر ان کی تعداد ہم سے کہیں زیادہ ہے —

شیخ: تو پھر اس وقت کیا چاہتے ہو۔

قاصد: یا شیخ اگر آپ اپنے سو سوار بھیج دیں تو ہم ان ڈاکوؤں پر غالب آسکتے ہیں۔

شیخ: حسان۔

(حسان داخل ہوتا ہے)

حسان: یا شیخ۔ کیا حکم ہے۔

شیخ: جاؤ جابر سے کہو کہ سو سواروں کو لے کر جلد روانہ ہوں اور ان مظلوموں کی مدد کریں۔

حسان: بہت اچھا شیخ۔ آپ کے حکم کی فوراً تعمیل ہوگی۔

شیخ: اور دیکھو سوار کو تازہ کھجوریں۔ اور بھنا ہوا گوشت کھلاؤ۔

حسان: ایسا ہی ہوگا یا شیخ۔

(حسان اور سوار دونوں جاتے ہیں)

(شیخ) مونڈھے پر بیٹھ جاتا ہے۔ اپنے دونوں ہاتھوں پر اپنی پیشانی رکھے کچھ دیر خاموش بیٹھا رہتا ہے۔)

فضیل: السلام علیکم یا اخی

شیخ: وعلیکم السلام۔ آؤ بیٹھو۔

فضیل: بھائی جان ناشتہ کر لیجیے۔ میں یہاں بیٹھتا ہوں۔

شیخ: اچھی بات ہے۔ تم یہاں بیٹھو۔ میں ناشتہ کرنے جارہا ہوں۔

فضیل: آج آپ افسردہ کیوں ہیں۔

شیخ: خالد کہاں ہے؟

فضیل: خالد؟ خالد کو آپ نے کل جبل الصوت کی طرح روانہ کیا تھا۔ خونخوار بھیڑیے غریب چرواہوں کو پریشان

کر رہے ہیں۔ ان درندوں کا شکار کرنے کے لیے آپ نے خالد کو بھیجا تھا.... آپ کی طبیعت کیسی ہے۔

شیخ: طبیعت میری بالکل ٹھیک ہے.... ہاں نہ جانے کیوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل ڈوبا جارہا ہو۔

فضیل: تو بھائی جان طبیب کو بلا لاؤں۔

شیخ: ابھی کچھ دیر ٹھہر جاؤ۔ شاید طبیعت سنبھل جائے۔

(شیخ چلا جاتا ہے۔ فضیل مونڈھے پر بیٹھ کر ایک کتاب کے مطالعہ میں غرق ہو جاتا ہے۔)

(تھوڑی دیر کے بعد حسان خاموشی کے ساتھ سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔)

فضیل: (سر اٹھا کر) کون حسان، کہو کچھ کہنا چاہتے ہو۔

حسان: جی ہاں۔ وادی اسود سے ایک سوار آیا ہوا ہے۔ کچھ کہنا چاہتا ہے۔

فضیل: سوار کو یہاں بلاؤ۔ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

حسان: بہت اچھا میں ابھی لاتا ہوں۔

سوار: (داخل ہوتا ہے) السلام علیکم

فضیل: وعلیکم السلام۔ اہلاً سہلاً مرحبا یا اخی۔ آؤ بیٹھو۔

سوار: (بیٹھ جاتا ہے۔ بہت کمزور اور نحیف آواز میں) جزاک اللہ۔

فضیل: آپ بہت تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ غالباً آپ بہت زیادہ بھوکے معلوم ہوتے ہیں۔ حسان

حسان: لبیک یا شیخ۔

فضیل: ہمارے مہمان اس وقت بہت زیادہ بھوکے معلوم ہوتے ہیں انہیں پہلے لے جاؤ اور کھجوروں اور کبابوں سے ان کی ضیافت کرو۔

سوار: یا شیخ۔ صرف میں بھوکا نہیں ہوں۔ پوری وادی بھوکی ہے۔

فضیل: تمہاری وادی میں تمام لوگ بھوکے ہیں۔
سوار: ہاں شیخ دو سال سے بارش بالکل نہیں ہوئی چراگاہیں خشک پڑی ہیں۔ ہزاروں بکریاں موت کے گھاٹ اتر گئیں۔ اونٹ مارے بھوک کے بلبلا رہے ہیں۔ اونٹیوں نے دودھ دینا بند کر دیا ہے۔ ان کے بچے بھوک اور پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر مر گئے۔
فضیل: اف کتنی بڑی مصیبت۔ اللہ تعالے رحم فرمائے کھجوروں کی فصل کا کیا حال ہے۔
سوار: دو سال سے کھجوریں بھی بہت کم پیدا ہوتی ہیں۔
فضیل: پھر تم لوگ کیا کھاتے ہو۔
سوار: جو جانور مرنے کے قریب ہوتا ہے اسے ذبح کر کے کھا جاتے ہیں۔ مگر اب جانور بھی بہت کم رہ گئے ہیں۔
فضیل: خدا تمہاری مدد کرے۔
سوار: جانوروں کے ختم ہونے کے بعد پھر ہمارا خاتمہ ہوگا۔
فضیل: تمہاری وادی کے قریب کوئی جھیل ہے۔
سوار: ہاں ہے مگر کئی سو میل کے فاصلہ پر۔
فضیل: اچھا اگر نہر بنوادی جائے تو تمہاری وادی پھر سے ہری بھری ہوسکتی ہے۔
سوار: (مارے خوشی کے سوار کا چہرہ چمک اٹھتا ہے) مرحبا مرحبا یا شیخ جزاک اللہ۔ کیا نہر تعمیر کرنے کی کوئی صورت ہے
فضیل: ہاں میں اپنے بھائی سے سفارش کروں گا کہ وہ اس معاملہ میں آپ کی مدد کریں۔
سوار: خدا آپ کو خوش رکھے۔ خدا آپ کی عمر دراز کرے۔
فضیل: اس کام کی نگرانی میں خود کروں گا۔
سوار: بہت خوب۔ بہت خوب۔ دنیا میں آپ جیسے فرشتہ خصلت لوگ اب بھی موجود ہیں۔
فضیل: اللہ تعالے کا فضل و کرم ہونا چاہئے۔ یہ اسی کی دی ہوئی توفیق ہے جو ہمیں آپ کی مدد کرنے کا موقع مل رہا ہے۔
اچھا آپ بیٹھئے میں اپنے بھائی کو بلا کر لاتا ہوں۔
(تھوڑی دیر میں دونوں بھائی باہر آتے ہیں)
شیخ: السلام علیکم یا اخی۔
سوار: وعلیکم السلام یا شیخ۔
شیخ: مجھے اس وقت آپ کی مصیبتوں کا حال معلوم ہوا۔ اللہ تعالے آپ کی پریشانیوں کو جلد دور کرے۔
فضیل: بھائی جان۔ ان مصیبت زدہ لوگوں کی داستان بڑی ہی المناک ہے۔ نہر کھدوانے کے سلسلہ میں میں نے اپنی خدمات پیش کی ہیں۔
شیخ: مرحبا۔ تم نے بہت اچھا کیا فضیل۔
اسلام انسان کے اندر انسانیت ہی کو پیدا کرنا چاہتا ہے۔
فضیل: تو پھر آپ مجھے اجازت دیجئے میں اس نیک مقصد کے لیے جلد از جلد روانہ ہو جاؤں۔
شیخ: ہاں ضرور جاؤ میرے عزیز۔ اور دیکھو وادی اسود میں جتنی کھجوریں ہوں اور جتنے دنبے ہوں اور جتنے اونٹ ہوں سب لے جاؤ اور پانچ سو کمبل بھی ساتھ رکھ لو وادی اسود کے بھوکے انسانوں کو پہلے خوب کھلاؤ اور پہناؤ اس کے بعد نہر کھودنے کا کام شروع کر دو۔ اللہ تعالے تم سب کی مدد کرے۔
فضیل: بھائی جان میرے لیے دعا کیجئے اللہ کی راہ میں اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔
شیخ: خدا تمہارا مددگار ہو۔ جاؤ خدا حافظ
فضیل اور سوار السلام علیکم
شیخ: وعلیکم السلام
(فضیل سوار کے ساتھ باہر جاتا۔)

(شیخ ٹہلتا ہے) خداوند تیری مخلوق میں کچھ لوگ بھوکے
اور پریشان ہیں۔ اور کچھ لوگ عیش کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔
الٰہی تو گواہ ہے کہ دولت رکھنے کے باوجود میں سادہ
زندگی بسر کرتا ہوں۔
الٰہی تو گواہ ہے کہ میں اپنی دولت غریبوں، یتیموں اور
بیواؤں کا دکھ دور کرنے میں صرف کرتا ہوں۔
پروردگار میں نہیں چاہتا کہ میری سخاوت کی شہرت
ہو لیکن اگر یہ باتیں شہرت پا جائیں تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے
رب کائنات، میں جانتا ہوں کہ قیامت کے روز بھڑکتے
ہوئے شعلوں سے میری سخاوت بھی مجھے نہیں بچا سکتی بلکہ
صرف تیرا کرم مجھے آغوش رحمت میں لے سکتا ہے۔
ارے یہ چیخنے اور چلانے کی آواز کس کی ہے... حسان
(حسان چیختا ہوا داخل ہوتا ہے)
شیخ: (پریشان ہو کر)۔ کیا بات ہے حسان پریشان کیوں ہو
حسان: غضب ہو گیا۔ شیخ غضب ہو گیا۔
شیخ: آخر بتاؤ تو کیا ہوا۔
حسان: دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ آہ میری آنکھوں کا نور۔
میرے دل کی خوشی لٹ گئی برباد ہو گئی شیخ۔
شیخ: حسان صاف صاف بتاؤ آخر ہوا کیا۔
حسان: خالد... شیخ
شیخ: کیا؛ کیا خالد کو بھیڑیوں نے پھاڑ ڈالا۔
حسان: نہیں شیخ... ایک ظالم انسان نے اسے اپنے تیر کا
نشانہ بنا ڈالا۔
شیخ: میرا پیارا بھائی خالد... مجھے چھوڑ کر اس دنیا
سے... رخصت... ہو گیا۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔
حسان: شیخ... یہ غم اتنا بڑا غم ہے کہ میں برداشت نہیں
کر سکتا۔ میں نے اسے اپنی گود میں پالا تھا... آہ وہ مجھے چھوڑ کر...
چلا گیا۔
شیخ: صبر کرو حسان صبر کرو۔ بتاؤ اس کی لاش کہاں ہے۔ اس کا قاتل کہاں ہے۔
حسان: قاتل فرار ہو گیا۔ خالد کی لاش اونٹ پر لدی ہوئی آ رہی
ہے۔ آہ۔ میرا۔ خالد۔
شیخ: چلو آؤ اس جواں سال بدنصیب کے جسد خاکی کو سپرد
خاک کریں۔
(سب جاتے ہیں)

دوسرا منظر

رات کا وقت ہے۔
(حسان اپنے گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے بیٹھا ہے)
حسان: میرے چھوٹے شیخ۔ خالد...
" کیا تم مجھ سے بھی روٹھ گئے۔
" میرے چھوٹے شیخ... کیا تم اب نہ آؤ گے۔
(گھنٹے کی آواز سنائی دیتی ہے ٹن ٹن۔ گیارہ بجے ہیں)
اف گیارہ بج گئے۔ شیخ ابھی تک نہیں لوٹے۔
ہاں شیخ آ رہے ہیں قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی ہے
(شیخ داخل ہوتے ہیں)
شیخ: السلام علیکم یا اخی۔
حسان: وعلیکم السلام یا شیخ۔
شیخ: حسان تم ابھی تک جاگ رہے ہو سوئے نہیں۔
حسان: میری نیند میرے چھوٹے شیخ کے ساتھ چلی گئی۔
شیخ: سچ کہتے ہو۔ کیسا دلیر بچہ۔ کتنا ہنس مکھ کس قدر صالح۔
حسان: آہ جی چاہتا ہے کہ چیخ چیخ کر روؤں۔
شیخ: نہیں حسان اس طرح رونا ایک مومن کے شایان
شان نہیں۔ مجھے دیکھو۔ دل پھٹا جا رہا ہے۔ آنسو ابلے
پڑتے ہیں... مگر... مگر ضبط کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

(دستک کی آواز سنائی دیتی ہے)

شیخ۔ حسان دیکھو باہر کوئی آیا ہے۔ جو بھی آئے ہوں انہیں اندر لے آؤ۔

(حسان باہر جاتا ہے اور تین آدمیوں کے ساتھ لوٹ کر آتا ہے)

تین اشخاص: السلام علیکم یا شیخ

شیخ: وعلیکم السلام..... آیئے بیٹھیے۔

پہلا شخص: میں اس کو ذبح کر ڈالوں گا شیخ۔

شیخ: کس کو۔

دوسرا شخص۔ اس ظالم کو جس نے ہم سے ہمارا چھوٹا شیخ چھین لیا۔

تیسرا: میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔

شیخ: مگر وہ ہے کہاں۔

پہلا: ہم سب اس کو تلاش کر رہے ہیں۔

دوسرا: پانچ گھنٹے سے ہم لوگ اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں

تیسرا: چھوٹا شیخ بڑا نیک بچہ تھا۔ کتنا خوش مزاج کتنا ہمدرد

پہلا: میرا بوڑھا باپ جب بیمار تھا۔ چھوٹا شیخ اسے اپنے اونٹ پر بٹھا کر طبیب کے پاس لے گیا تھا۔ آہ کس قدر ہمدرد

دوسرا: میری بوڑھی ماں درد سے جب کراہتی تھی تو چھوٹا شیخ اس کے پیر دباتا تھا..... آہ کیسا معصوم فرشتہ۔

تیسرا: میرا بھائی ایک روز بھیڑیوں کے نرغہ میں پھنس گیا تھا چھوٹے آقا نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر اس کی جان بچائی تھی...... پروردگار وہ کتنا بہادر تھا

پہلا: وہ ایک شگفتہ پھول تھا۔ کس قدر جلد مرجھا گیا۔

دوسرا: وہ ایک آبدار موتی تھا۔ موت کی تاریکیوں میں گم ہوگیا۔

تیسرا: وہ ایک جگمگاتا چاند تھا۔ موت کے بادلوں نے اسے اپنی تاریکیوں میں چھپا لیا۔

شیخ: وہ ایک امانت تھی۔ اللہ تعالےٰ نے واپس لے لی۔ اچھا اب جاؤ۔ رات زیادہ جا چکی ہے۔

تینوں اشخاص: شیخ۔ ہم اپنے دل کا غم آپ کو دکھا نہیں سکتے ہم سب کا دل پارہ پارہ ہوگیا ہے۔

شیخ: سچ کہتے ہو۔ اب جاؤ۔ جس نے اسے پیدا کیا تھا اسی سے اس کی مغفرت کی دعا کرو۔

تینوں اشخاص: خدا کرے قاتل مل جائے۔ اچھا ہم جاتے ہیں رات بھر قاتل کو تلاش کرتے رہیں گے.... السلام علیکم۔

شیخ: وعلیکم السلام۔

(تینوں جاتے ہیں۔)

شیخ: حسان جاؤ تم بھی اپنے خیمہ میں لیٹ جاؤ۔

(حسان جاتا ہے)

(شیخ ٹہلتا ہے۔ اور کبھی رک کر اپنے غم کا درد بھرے انداز میں اظہار کرتا ہے

شیخ: صبح شفق کی سرخ روشنی جھیل میں جھلملاتا ہوا سونا گھول رہی تھی آہ وہ سونا نہیں تھا میرے خالد کا گرم گرم لہو تھا۔

شیخ: میرا دل اس وقت پھٹا جا رہا ہے۔ آنسو چھلکے پڑتے ہیں.... جی چاہتا ہے کپڑے پھاڑ ڈالوں اور اس قدر زور سے چیخوں کہ پوری وادی تڑپ اٹھے۔

خیال: شیخ صبر کرو۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

شیخ: خالد کل تمہارا مسکراتا ہوا چہرہ میرے خیمہ کو تابناک بنا رہا تھا۔

خیال: آج وہ فرشتوں کے ساتھ جنت کی سربلند وادیوں میں گھوم رہا ہے۔

شیخ : کل اس نے میرے ساتھ کھانا کھایا تھا۔ یہ اس کا آخری کھانا تھا۔

خیال : آج جنت کی فرحت بخش فضائیں اسے اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہیں۔

شیخ : خالد۔ اس بستی کی بیوائیں اور یتیم بچے تمہاری یاد میں آنسو بہا رہے ہیں۔

خیال : ہاں ان بیواؤں سے اور یتیموں سے کہہ دو خالد ان سب کو خدا کے حوالے کر کے خدا کو پیارا ہو گیا۔

شیخ : زندگی نام ہے بدنصیبی کا۔

خیال : نہیں۔ زندگی نام ہے خوش نصیبی کا... مگر وہ زندگی جو رب کائنات کی زندگی میں گذری ہو۔

شیخ : زندگی نام ہے مایوسیوں کا۔

خیال : نہیں۔ زندگی نام ہے سعی پیہم کا۔ جو طاغوت کی تاریکیوں کو مٹانے میں صرف ہو۔

شیخ : ٹھیک ہے۔ خالد تم دنیا سے رخصت ہو گئے مگر تمہارا کردار وادی کے ذرہ ذرہ کو قیامت تک منور کرتا رہے گا۔

(کسی کے آنے کی آواز سنائی دیتی ہے)

شیخ : تم کون ہو۔ تم کون ہو۔ ... بولتے کیوں نہیں۔ کس کے قدموں کی آواز ہے؟

شکاری : کیا میں آسکتا ہوں۔

شیخ : ہاں آجاؤ۔

شکاری : یا شیخ! اندر آنے کی اجازت ہے۔

شیخ : تم ہو کون۔ یہاں کیوں آئے ہو۔

شکاری : میں ایک بدنصیب مسافر ہوں..... بھوکا ہوں۔ شب بسر کرنے آیا ہوں۔

شیخ : تم بھوکے مسافر ہو تو اندر آجاؤ۔

شکاری : میں اپنا گھوڑا درخت سے باندھ دوں۔

شیخ : ہاں باندھ دو۔

شکاری : السلام علیکم۔

شیخ : وعلیکم السلام۔ منھ پر نقاب کیسی ہے۔

شکاری : چہرے کو گرد سے بچانے کے لیے۔

شیخ : تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔

شکاری : مجھے بھوک لگی ہے میں پیاسا ہوں۔

شیخ : آؤ بیٹھو

(اندر جاتا ہے اور ایک رکابی میں کھجوریں لے کر آتا ہے گلاس میں ٹھنڈا پانی)

شیخ : لو کھاؤ!

شکاری : (جلدی جلدی کھاتا ہے۔ اور ادھر ادھر دیکھتا ہے) یہ کھٹ کھٹ کی آواز کاہے کی ہے۔

شیخ : تمہارے گھوڑے کے ٹاپوں کی

شکاری : اف میرا دل دھڑک رہا ہے۔

شیخ : کیا بات ہے۔ کیوں گھبرائے ہوئے ہو۔

شکاری : کچھ نہیں۔ کیا آج رات میں آپ پناہ دے سکتے ہیں۔

شیخ : ہاں ہاں کیوں نہیں۔ خیمہ کے اندر سو جاؤ۔

شکاری : اندر کوئی اور تو نہیں ہے۔

شیخ : نہیں کوئی نہیں۔

شکاری : ارے وہ کون ہے۔

شیخ : وہ تمہارے ہاتھ کا سایہ ہے۔

شکاری : ہاں ٹھیک ہے۔ میں بھی کس قدر بزدل ہوں

شیخ : ڈرو نہیں اطمینان سے سو جاؤ۔

شکاری : اطمینان کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔

شیخ : کیوں خیریت تو ہے

شکاری : خیریت ہوتی تو آدھی رات میں یہاں کیوں آتا۔

شیخ : کیا بات ہے۔ کیا کوئی شخص تمہاری گھات میں ہے۔

شکاری: میری گھات میں کوئی ایک شخص ہو تو بتاؤں۔ بیسیوں آدمی میری تلاش میں گھوم رہے ہیں۔

شیخ : کیوں گھوم رہے ہیں۔ کیا تم نے کہیں ڈاکہ ڈالا ہے۔

شکاری: نہیں میں ایک شریف آدمی ہوں۔

شیخ : پھر کیا تم نے قبیلہ کے سردار کے خلاف کوئی سازش کی ہے۔

شکاری: نہیں یہ بھی نہیں

شیخ : تو کیا تم نے کسی کو قتل کیا ہے۔

شکاری: ہاں میں نے قتل کیا ہے۔

شیخ : تم نے کسی کو قتل کیا ہے؟ کس کو قتل کیا ہے۔ جلدی بتاؤ۔

شکاری: میں نے جان بوجھ کر قتل نہیں کیا

شیخ : تو کیا دھوکے سے کسی کو مار ڈالا۔

شکاری: ہاں شیخ میں نے ہرن کی طرف تیر چلایا تھا۔

شیخ : پھر کیا ہوا

شکاری: جھاڑی کی آڑ میں وہ ہرن نہیں تھا۔ بلکہ ایک بدنصیب نوجوان تھا۔

شیخ : نوجوان۔ تم نے اسے قتل کر دیا۔

شکاری: میں بے قصور ہوں۔

شیخ : وہ کیسا تھا۔

شکاری: بادامی رنگ کی چادر اوڑھے تھا۔

شیخ : اف۔

شکاری: کیا آپ اسے جانتے ہیں۔

شیخ : (اپنے غم کو چھپاتے ہوئے) اچھا تم اندر جا کر سو رہو۔

شکاری: کیا میری جان یہاں محفوظ رہے گی۔

شیخ : ہاں محفوظ رہے گی تم میرے مہمان ہو۔

شکاری: شیخ آپ غمگین معلوم ہوتے ہیں۔ کیا آپ اس نوجوان کو جانتے ہیں۔

شیخ : ہاں وہ میرا پیارا بھائی تھا۔

شکاری: آپ کا بھائی.... آپ کا بھائی۔ (کھڑا ہو جاتا ہے اور پیچھے ہٹتا ہے)

شیخ : گھبراؤ نہیں میں انتقام نہیں لوں گا۔

شکاری: آپ کے بھائی کا قاتل آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

شیخ : تم اپنے آپ کو قیدی مت سمجھو، تم میرے مہمان ہو۔

شکاری: آپ کے آدمی آکر مجھے قتل کر دیں گے۔

شیخ : نہیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ تمہیں چھو سکے۔

شکاری: کیا آپ سچ کہتے ہیں۔

شیخ : ہاں بالکل سچ۔

شکاری: آپ فرشتہ ہیں۔

شیخ : نہیں میں انسان ہوں۔

شکاری: شیخ جس کمان سے تیر نکلا تھا وہ کمان حاضر ہے

شیخ : نہیں اس وادی کا شیخ اس قدر کمینہ نہیں ہے۔

شکاری: تم سچ مچ فرشتے سے بھی پاک طینت ہو۔

شیخ : جاؤ۔ جا کر سو رہو..... مگر صبح ہی صبح اٹھ کر یہاں سے چلے جانا۔

میری وادی کی سرحدوں کو سورج نکلنے سے پہلے ہی پار کر لینا اس وادی کا ذرّہ ذرّہ تمہارا دشمن ہے۔

خالد کی یاد میں بہنے والے آنسو تمہارے لیے ایک بہت بڑا طوفان بن سکتے ہیں۔

لو یہ چند سکے ہیں شاید تمہیں ان کی ضرورت ہو۔

یہ چند کھجوریں ہیں بھوک لگے تو انہیں کھا لینا۔

اور یہ دودھ ہے۔

یہ ہے میرا انتقام۔

(باقی صـ۵۷ـ پر)

کلیم کے مضامین

امام ابو حنیفہ — امام اعظم

ظفر امام

دین کے خادموں فقہا اور محدثین کی فہرست بہت ہی طویل ہے لیکن ان میں بعض ہستیاں ایسی ہیں جن کو ان کی دینی خدمات نے لافانی عظمت عطا کی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ ان مایہ ناز ہستیوں میں اعلیٰ مقام کے مالک ہیں جنہوں نے حریت فکر کی شمعیں روشن کیں آپ نے نہ صرف دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے کام کیا بلکہ دین کے ایسے مسائل ۔ جو عوام نہیں سمجھ سکتے تھے ان کو سمجھایا اور فقہ کی تدوین پر توجہ فرمائی اور اس سلسلے میں اولیت کا شرف حاصل کیا۔ •

نام و نسب آپؒ کا تعلق کوفہ کے ایک معزز خاندان سے تھا آپؒ کا اسم گرامی نعمان۔ کنیت ابو حنیفہؒ ہے آپ کی ولادت کوفہ ہی میں ۸۰ھ میں ہوئی۔ آبا و اجداد کا پیشہ تجارت تھا چنانچہ آپؒ نے ابتدائی عمر میں معمولی نوشت و خواند اور کاروباری ضرورت کے لائق لکھنا پڑھنا سیکھ کر تعلیم چھوڑ دی اور تجارت میں لگ گئے۔

تعلیم آپ کی باقاعدہ تعلیم کا آغاز ایک دل چسپ واقعہ سے ہوتا ہے واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ آپؒ امام شعبیؒ کے گھر کی طرف سے گذرے تو امام شعبی نے یہ سمجھ کر کہ کوئی طالب علم ہے۔ آپ کو بلایا اور پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ تو آپ نے ایک سوداگر کا نام لے کر کہا کہ وہاں جا رہا ہوں امام شعبیؒ نے کہا نہیں میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم کس سے تعلیم حاصل کرتے ہو۔ اس وقت آپ کو بڑا احساس ہوا اور بڑے افسوس کے ساتھ آپؒ نے فرمایا کہ کسی سے نہیں۔ تب امام شعبیؒ نے فرمایا کہ تم علمار کی صحبت میں بیٹھا کرو۔ تمہارے اندر قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں یہ نصیحت آپ کے دل کی گہرائیوں میں اتر گئی۔ چنانچہ آپ نے اپنی توجہ حصول علم کی طرف مرکوز کر دی۔ علم حاصل کرنے کے لیے آپ نے مختلف اساتذہ سے استفادہ کیا۔ ابتدا میں آپ نے قرات، حدیث اور ادب وغیرہ کا مطالعہ کیا اور اس طرح علم کلام میں ایک عظیم شہرت حاصل کی اس کے بعد آپ کے دل میں علم فقہ پڑھنے کی خواہش پیدا ہوئی، چنانچہ فقہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آپ نے اس دور کے استاد وقت اور مشہور امام حمادؒ سے استفادہ کیا۔ حمادؒ نے رسول اللہ صلعم کے خادم خاص اور مشہور صحابی حضرت انسؓ سے احادیث سنی تھیں۔

اس وقت درس کا طریقہ آج سے مختلف تھا۔ خاص مسئلے پر اساتذہ زبانی گفتگو کرتے تھے۔ اور ان کے شاگرد اسے یاد کر لیا کرتے تھے، یا لکھ لیتے تھے، ابتدا میں آپ پچھلی صف میں بیٹھتے تھے لیکن امام حماد نے جلد ہی تاڑ لیا کہ ان کے تمام شاگردوں میں آپ سے زیادہ ذکی اور فہیم کوئی نہیں ہے چنانچہ آپ نے حکم دیدیا کہ ابو حنیفہ تم اگلی صف میں بیٹھا کرو۔ آپ اپنے استاد حمادؒ سے ان کی وفات تک پورے اٹھارہ سال استفادہ کرتے رہے۔ اور اس دوران میں اپنی قابلیت و ذہانت کا ثبوت دیا جس کی بنا پر آپ کے استاد آپ کو بے حد عزیز رکھنے لگے۔

امام حمادؒ کے صاحبزادے فرماتے ہیں ایک بار میرے والد

سفر میں باہر تشریف لے گئے، واپس آنے پر میں نے اُن سے معلوم کیا کہ سفر کے دوران آپ کو کس کی یاد زیادہ آتی تھی۔ تو انھوں نے کہا ابو حنیفہ کی، اور پھر فرمانے لگے مجھے یہ قدرت حاصل ہوتی کہ میں ابو حنیفہؒ کو ایک لمحہ کے لیے جدا نہ کروں تو نہ کرتا۔

امام حمادؒ کے علاوہ آپ نے اس وقت کے دوسرے مشہور علما سے بھی استفادہ کیا۔

اخلاق و سیرت

آپ خوش رو ہونے کے ساتھ ساتھ خوش خو بھی تھے۔ ہمیشہ بہترین لباس زیب تن فرماتے، خوش بو زیادہ پسند کرتے تھے، آپ بڑے سخی و پرہیز گار تھے، اکثر خاموش رہتے تھے۔ رات کا اکثر وقت عبادت و ریاضت میں گذرتا۔ کہا جاتا ہے، چالیس سال تک عشار کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی، تیس سال تک روزے رکھے سات ہزار بار قرآن ختم کیا۔

فیاضی اور سخاوت کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ آپ کسی مریض کو دیکھنے جا رہے تھے کہ راہ میں ایک شخص دکھائی دیا جو آپ کا مقروض تھا، جب اس نے دور سے دیکھا تو راستہ بدل دیا۔ آپ نے آواز دی کہاں جا رہے ہو تو وہ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے قریب جا کر پوچھا کہ تم نے مجھے دیکھ کر راستہ کیوں بدل دیا، اس نے کہا کہ آپ کے دس ہزار درہم مجھ پر قرض ہیں، محض مجبوریوں کے باعث مجھ سے اب تک ادا نہ ہو سکے۔ یہ کہہ کر شرم سے آنکھیں نیچی کر لیں۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور کہا جاؤ میں نے سب معاف کر دیا۔ اس کے علاوہ آپ نے تجارتی منافع کا ایک خاص حصہ اہلِ علم اور طلبہ کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔

تقویٰ اور دیانت داری کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ کچھ مال فروخت کرنے کے لیے باہر بھیجا۔ اس مال میں کچھ عیب تھا۔ آپ نے ہدایت کی تھی کہ مال فروخت کرنے سے پہلے خریدار کو عیب سے آگاہ کر دینا۔ لیکن غفلت یا بھول کی وجہ سے مال یونہی بغیر عیب سے آگاہ کیے فروخت کر دیا گیا۔ یہ بات امام ابو حنیفہ کو جب معلوم ہوئی تو انہوں نے اس مال کی تمام رقم جو ۳۴ ہزار کے لگ بھگ تھی تمام کی تمام خیرات کر دی۔

آپ نے اسلام کی جتنی خدمت کی اور جو مقام حاصل کیا اس کا اندازہ آپ کے حالاتِ زندگی اور کتابوں کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

آپ فقہ کے بہت بڑے عالم تھے، آپ نے اپنی زندگی میں ۶۰ ہزار اور بعض لوگوں کے بقول ۸۳ ہزار قانونی مسائل کے جواب دیئے — سات آٹھ سو کی تعداد میں آپ کے شاگرد تھے جن کے دل میں علم کی شمع روشن فرمائی۔ جن میں پچاس نے عباسی دورِ حکومت میں منصبِ قضا پر فائز ہو کر حق و انصاف قائم کیا۔

آپ نے اپنی زندگی میں ۵۲ سال بنی امیہ کے عہد میں اور ۱۸ سال بنی عباس کے عہد میں گذارے ان دونوں عہدوں میں آپ نے جو دین کی خدمات انجام دی ہیں انہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آج بھی دنیا میں آپ ہی کی فقہ پر عمل کرنے والے مسلمان زیادہ ہیں جو اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔

آپ نے قرآن اور حدیث کو بنیاد بنا کر فقہ مرتب کی ہے آپ کی وفات قید خانہ میں بڑی کس مپرسی میں ہوئی۔ آپ کو خلیفہ منصور نے بظاہر منصبِ قضا قبول نہ کرنے پر اور درحقیقت نفس زکیہؒ اور امام ابراہیمؒ کی تحریک کا ساتھ دینے پر جیل کی کوٹھڑی میں قید کرا دیا تھا، کہا جاتا ہے کہ آپ کو زہر دلوایا گیا اور ۱۵۰ھ میں قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے اس داعیٔ حق نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

شہر کے قاضی نے غسل دیا، پہلی نمازِ جنازہ میں کم و بیش پچاس ہزار کا مجمع تھا، اس پر بھی آنے والوں کا سلسلہ قائم رہا۔

یہاں تک کہ چھ بار نماز پڑھائی گئی اور عصر کے قریب دفن ہوئے۔

کارنامے

امام ابوحنیفہؒ کا پہلا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے فقہ کی بنیاد رکھی اور اجتہاد کے اصولوں کی اساس قائم کی اور اس سلسلے میں اولیت کا درجہ حاصل کیا۔

۲۔ آپ کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے فقہ کا کام عملاً کیا اور اتنے اچھے طریقہ پر اور اتنے بڑے پیمانہ پر یہ کام کیا کہ بعد میں آنے والا ہر مجتہد آپ کی کوششوں سے فائدہ اٹھانے پر مجبور ہے۔

۳۔ آپ نے مسلمانوں کی فکری اور قانونی رہنمائی فرمائی اور اسلام کے چہرے کو غیر اسلامی گرد و غبار سے صاف کیا۔

۴۔ آپ نے زندگی کے کسی ایک پہلو میں نہیں بلکہ سیاست، معاشرت، معیشت، دستور اور قانون ہر پہلو سے جیتے جاگتے معاشرے اور زندہ سماج کی اسلامی ضرورت کو پورا کیا۔

۵۔ آپ کا پانچواں کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تراسی ہزار مسائل اپنی زبان سے بیان کیے، جن میں سے ۳۸ ہزار عبادات سے تعلق رکھتے ہیں اور ۴۵ ہزار معاملات سے۔

فقہ حنفی کی خصوصیات

اسی طرح امام صاحب نے جو فقہ مرتب فرمائی اس کی بھی چند خصوصیات ہیں — ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ صرف امام صاحب کی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس میں تقریباً چالیس اہل علم اور ماہر علماء کی کوششوں کو دخل ہے۔ امام صاحب کی موجودگی میں یہ سب علماء ہر ہر مسئلے پر خوب بحث کرتے تھے، پھر جو بات طے ہوتی تھی وہ نوٹ کر لیتے تھے۔

اس فقہ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کی تمدنی ضرورتوں کا بہت زیادہ خیال رکھا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں یہ فقہ بڑی بڑی حکومتوں کا قانون صدیوں تک رہ چکی ہے۔

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ قرآن و سنت

(باقی صفحہ ۳ پر)

طلبہ کے مضامین

استاد کے حقوق

مشتاق احمد، کلکتوی (درجہ ششم)

ہم اسی لیے تو پڑھتے لکھتے ہیں کہ ادب اور تمیز سیکھیں ہر ایک کا حق پہچانیں، ہر ایک کے ساتھ اسی طرح پیش آئیں جیسا اس کا مرتبہ ہے اور ویسا ہی سلوک کریں جس کے وہ لائق ہے۔ باادب اور تمیزدار انسان ہر جگہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے — دوسروں کا حق ادا نہ کرنے والا اور بے ادب آدمی ہر ایک کی نظر سے گر جاتا ہے اور اللہ میاں کے یہاں بھی سزا پاتا ہے شاگرد پر استاد کا بڑا حق ہے۔ کیونکہ استاد اپنے شاگرد کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ استاد طالب علم کو تعلیم دیتا ہے اس کی تربیت کرتا ہے اسے سلیقہ اور ادب سکھاتا ہے۔ استاد کی تعلیم و تربیت سے شاگرد کی برائیاں دور ہو جاتی ہیں اور بھلائیاں پروان چڑھتی ہیں اور یہ سب اس طرح ہوتا ہے کہ شاگرد خود بخود نیکیوں اور اچھائیوں کو اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ استاد کبھی شاگرد پر سختی بھی کرتا ہے لیکن اسی وقت جب سختی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ایک استاد جب اپنے شاگرد پر کسی قسم کی سختی کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اپنے شاگرد سے اسے دشمنی ہے۔ یا وہ اس سے نفرت کرتا ہے بلکہ دراصل وہ اس کی برائیوں سے نفرت کرتا ہے۔ اس لیے شاگرد کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے استاد کی سختیوں کو کڑوی دوا

سے بھرا ہوا پیالہ سمجھے۔ جس میں تلخی تو ضرور ہوتی ہے لیکن یہی کڑوی دوا بیماری کے لیے اکسیر ثابت ہوتی ہے۔

شاگرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے استاد کی نظروں کو پہچانے اور یہ جاننے کی کوشش کرے کہ کن باتوں سے استاد خوش ہوتا ہے اور کن باتوں سے ناخوش ہوتا ہے جو باتیں اس کی خوشی کی ہوں انھیں وہ اختیار کرتا چلا جائے اور جو باتیں اس کی ناراضی کا سبب ہوں انھیں چھوڑ دے ایسا کرنے سے اس میں خود بخود نیکیاں ابھر آئیں گی جنھیں استاد پسند کرتا ہے۔ اور وہ خرابیاں دور ہو جائیں گی جنھیں استاد ناپسند کرتا ہے اور جو آئندہ خود شاگرد کے لیے مضر ثابت ہو سکتی ہیں، استاد کی خدمت اور اس کی تعظیم سے شاگرد کو حیرت انگیز فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ کوئی استاد کبھی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کا شاگرد کچھ حاصل کیے بغیر اس سے جدا ہو جائے وہ تو ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ اس کا شاگرد علم کے موتیوں سے اپنا دامن اچھی طرح بھر لے۔ بلکہ استاد ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ اپنے علم کے دریا سے اپنے شاگرد کو جو کچھ دے سکتا ہے زیادہ سے زیادہ دے۔ اسی طرح اسے اپنے شاگرد سے یہ توقع ہوتی ہے کہ جو علم وہ اپنے شاگرد کو دے رہا ہے اسے وہ اچھی طرح قبول کرے گا اور اپنی زندگی کو اس سے مزین کرے گا۔

علم حاصل کرنا، علم پر عمل کرنا اور علم کو پھیلانا خدا کی عبادت ہے لیکن یہ عبادت ادا نہیں ہو سکتی یا کم از کم اچھی طرح ادا نہیں ہو سکتی جب تک استاد کی مدد حاصل نہ ہو، کیونکہ صحیح علم اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ استاد ہی سے ملے گا، پھر جب شاگرد علم و عمل کے طریقے استاد سے سیکھ کر خود استاد بن جائے گا اور اسے پھیلانا شروع کرے گا تو اللہ کے نزدیک اسی طرح پسندیدہ اور اس کا محبوب بندہ ہوگا جس طرح اللہ کی عبادت کرنے والا ہوتا ہے۔ ہونہار شاگرد وہی ہے جو اپنے استاد کی ہر بات کو توجہ سے سنتا ہے اور اس کی مرضی کے مطابق کام کرتا ہے۔ جو لڑکے اپنے استادوں کا ادب و احترام کرتے ہیں ان کے استاد بھی ان سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اپنا سارا علم اس کو دیدیں اور اپنی سیرت و کردار سے اس کی زندگی کو مالا مال کر دیں۔

جو شاگرد اپنے استاد کو محترم جانتے ہیں ان کے استاد ان کو دعائیں دیتے ہیں اور وہ دعائیں بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو کر ان کے لیے ترقی کی راہیں ہموار کرتی ہیں۔

حضرت امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "کسی شاگرد کو اپنے استاد کی خدمت کرنے سے شرم نہ آنی چاہیے اگرچہ شاگرد کے گھر میں سو غلام ہوں۔

تاریخ کے جھروکوں سے بقیہ صفحہ ۴۱

تار کر رکھ دی اور اغیار کی نقالی میں اب اپنا سب کچھ کھوتے چلے جا رہے ہیں جس کے خمیازے میں یہودی جارحیت امریکی سامراجیت اور روسی اشتراکیت کے پیچ و خم نے ان کو جکڑ کر رکھ دیا ہے اور اب یہ حالت ہوتی چلی جا رہی ہے۔

کوئی کارواں سے ٹوٹا کوئی بدگماں حرم سے۔

تاریخ بنتی چلی جا رہی ہے ہم کو زمین کے ہر حصہ میں جھنجھوڑا جا رہا ہے کاش ہم یاد رکھتے۔

عالم ہے فقط مومن جاں باز کی میراث

بھائیو! توبہ کا دروازہ اب بھی کھلا ہے ابھی کچھ نہیں بگڑا آؤ مل جل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیں اور اپنے روٹھے ہوئے مالک و خالق کو راضی کر لیں جس کی رضا کے عوض سب کچھ ہمارا ہے

حالی

ایک شاعر، ایک ادیب

طالب کے مضامین

سید جاوید قادر حیدرآبادی (درجہ ہشتم)

کیسا ہی بُرا زمانہ کیوں نہ ہو۔ دنیا کبھی اچھوں سے خالی نہیں رہتی۔ انہیں اچھے آدمیوں میں سے ایک ہستی مولانا حالی کی تھی۔ آپ ایک اچھے شاعر ایک اچھے ادیب اور تنقید نگار تھے۔

مولانا حالی کا اصلی نام خواجہ الطاف حسین تھا۔ آپ پانی پت میں پیدا ہوئے۔ آپ کو علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ آپ ۱۸۵۴ء میں اس شوق کو پورا کرنے کے لیے گھر بار چھوڑ کر دہلی آگئے جہاں آپ کو بڑی تنگدستی کی زندگی گذارنا پڑی۔ لیکن حلم اور صبر کا یہ عالم تھا کہ یہ ساری مصیبتیں خندہ پیشانی سے جھیلتے رہے۔

مولانا کی سیرت میں دو ممتاز خصوصیتیں تھیں ایک سادگی اور دوسری دردمندی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک صاحب جو علی گڑھ کالج کے گریجویٹ اور حیدرآباد میں ایک معزز عہدے پر فائز تھے۔ مولانا سے ملنے آئے وہ ٹم ٹم پر سوار تھے۔ زینے کے قریب اُترنا چاہتے تھے ٹم ٹم ذرا آگے بڑھ گئی یہ حضرت سائیس کی ذرا سی چوک پر آپے سے باہر ہوگئے اور سائیس کو ہنٹر سے مارنے لگے۔ یہ منظر مولانا اوپر سے دیکھ رہے تھے، اس کے بعد وہ مولانا سے ملے اور باتیں کر کے رخصت ہوگئے۔

جب وہ بات کر رہے تھے تو مولانا کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا جب وہ صاحب چلے گئے تو مولانا حالی برآمدے میں ٹہلتے جاتے اور کہتے جاتے تھے۔

"ہائے ظالم تو نے یہ کیا کیا"

اس روز آپ کھانا بھی اچھی طرح نہ کھا سکے۔ فرماتے تھے کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کسی نے میری پیٹھ پہ ہنٹر مارے ہیں" جو درد اور کرب مولانا کو تھا، شاید اس بدنصیب سائیس کو بھی نہ ہوگا۔

آپ ہمیشہ چھوٹے بڑے سے جھک کر ملتے تھے۔ آپ سے جو ملنے آتا خوش ہو کر جاتا تھا اور عمر بھر آپ کے حسن اخلاق کا مداح رہتا۔

آپ بہت خاکسار رہتے اس سے بڑھ کر اور کیا خاکساری کا ثبوت ہوگا کہ آپ خود اپنی طبع زاد تصانیف پر بھی اپنا نام بحیثیت مصنف دینا پسند نہ فرماتے بلکہ ہمیشہ اپنا نام مرتب کی حیثیت سے لکھتے۔ آپ بڑے مہمان نواز تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مولوی انور احمد جاڑے کے موسم میں پانی پت گئے۔ اور مولانا کے یہاں مقیم ہوئے۔ مولوی انور احمد کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ بڑے پرتپاک انداز میں ملے کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں، پھر کھانا کھا کر سو رہے مولوی انور مرحوم کہتے تھے کہ تقریباً رات کے بارہ بج رہے ہوں گے۔ انھیں ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی ان کی رزائی چھو رہا ہو، انھوں نے پوچھا "کون؟"

مولانا نے فرمایا ـ "میں ہوں، آج سردی زیادہ ہ

مجھے خیال ہوا کہ آپ کے پاس اوڑھنے کا سامان کم ہے اس لیے یہ کمبل اڑھا رہا ہوں۔"

مولانا بہت ہی رقیق القلب تھے، دوسرے کی تکلیف دیکھ کر بے چین ہو جاتے تھے، اور جہاں تک ہوتا تکلیف رفع کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ضرورت مندوں کی ضرورت بڑی فراخدلی سے پوری فرماتے۔ آپ کی آمدنی بہت تھوڑی تھی، لیکن آپ مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبت ضرور دور کرتے۔

آپ کی نظمیں دیکھ کر لوگ سمجھتے ہوں گے کہ مولانا روتے بسورتے ہوں گے۔ اس میں شک نہیں کہ ان کا دل درد سے لبریز تھا، ذرا سی ٹھیس پر چھلک پڑتا تھا، مگر آپ بہت شگفتہ مزاج اور خوش طبع بھی تھے، اپنے ساتھیوں کے ساتھ شوخی کی باتیں کرتے تھے۔ ان کے کلام میں کہیں کہیں ظرافت اور زیادہ تر طنز کی جھلک نظر آتی ہے۔

مولانا ہماری قدیم تہذیب کا بے مثال نمونہ ـــــ شرافت، ہمدردی اور شفقت کی تصویر تھے۔ ہر دل ان کی طرف کشش محسوس کرتا، آپ کے پاس بیٹھنے سے ایسا محسوس ہوتا تھا، گویا کوئی چیز اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔

آخر عمر میں آنکھیں خراب ہو گئیں تھیں، آپریشن ہوا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، آخر کار ۳۱ر دسمبر ۱۹۱۴ء میں یہ علم و ادب کا آفتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

شعر گوئی اور نثر نگاری

مولانا حالی نظم و نثر پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ آپ کی ہر تصنیف اپنی جگہ پر اہم ہے، مثلاً حیاتِ جاوید"۔ "یادگارِ غالب" اور "حیاتِ سعدیؒ"۔

"حیاتِ جاوید" ملک کے مشہور و معروف رہنما سر سید احمد خاں کی زندگی کے حالات پر ہے۔ "یادگارِ غالب" میں آپ نے اپنے محترم استاد غالب کی زندگی کے حالات بیان کیے ہیں۔ "حیاتِ سعدی" میں آپ نے فارسی کے مشہور ادیب و شاعر شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ کی سوانح حیات پر قلم اٹھایا ہے۔

مولانا اردو کے پہلے ادیب ہیں جنھوں نے اُردو میں پہلے پہل کسی کی سوانح حیات لکھی ہو۔ آپ سے پہلے اُردو میں کوئی باقاعدہ سوانح حیات نہیں لکھی گئی۔

آپ نے دوسروں کے لیے ایک نئی راہ کھول دی آپ نہایت سلجھی ہوئی عبارت لکھتے تھے۔

سر سید احمد خاں نے اردو کو آسان بنانے کی تحریک شروع کی، اس کو کمال تک پہونچانے میں سب سے بڑا ہاتھ مولانا حالیؔ کا ہے۔

نثری تصانیف میں "مقدمہ شعر و شاعری" مولانا کی بڑی زبردست تصنیف ہے۔ اردو زبان میں "مقدمہ شعر و شاعری" سے پہلے کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جس میں شعر و شاعری کو پرکھنے کے اصول منضبط کیے گئے ہوں۔

جس طرح مولانا کو نثر پر عبور تھا، اسی طرح آپ کو نظم پر بھی عبور حاصل تھا۔ مولانا سے پہلے شعراء پُرانے طرز پر غزلیں لکھا کرتے تھے۔ آپ نے شاعری میں انقلاب برپا کر دیا۔ آپ پہلے شاعر ہیں جنہوں نے اُردو میں نظم لکھنے کی ابتدا کی تھی۔

آپ کو قدرتی مناظر کی تصویر کشی کرنے اور اسے نظم کے سانچے میں ڈھالنے کا ملکہ حاصل تھا۔ مثلاً "برکھا رت" جس میں آپ نے بڑے کمال سے برسات کا پورا پورا نقشہ پیش کر دیا۔

مولانا کا نظم میں سب سے بڑا کارنامہ "مسدس حالی" ہے اس سے آپ نے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگانے کا کام لیا۔ اور مسلمانوں کے عروج اور ترقی کے حالات نظم

کرکے انھیں خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی۔

انھیں اپنے دین سے بے انتہا محبت تھی وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمان قوم سنبھل جائے۔ ذلت اور پستی کے گہرے غار سے نکل آئے عزت اور ترقی حاصل کرے۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آ کہ عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے

اس نظم ہی سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا کو اپنے دین سے کتنی محبت تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر مولانا حالیؒ نہ ہوتے تو شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ بھی نہ ہوتے۔

طلبہ کے مضامین

لالچ

بُری بلا ہے

سجاد احمد شمسی کلنتوی درجہ نہم

ایک بار کچھ گیدڑوں نے ایک دیو ہیکل ہاتھی کو دیکھا۔ اس کے لحیم شحیم جسم کو دیکھ کر وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اگر اس کو کسی ترکیب سے مار لیا جائے۔ تو ہم لوگوں کو کافی عرصہ کے لیے شکار کرنے سے چھٹی مل جائے گی۔ ایک چالاک گیدڑ نے کہا، دیکھو میں اس کو پھانسوں گا۔ ایک دن وہ ہاتھی کے پاس پہنچا اور بڑے ادب سے سلام کیا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا، حضور یہ جنگل بہت بڑا ہے لیکن اس کا کوئی راجہ نہیں ہے۔ اور اتنے بڑے جنگل کے لیے راجہ کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ تمام جانوروں نے طے کیا ہے کہ آپ کو اس جنگل کا راجہ بنا دیا جائے۔ ہاتھی سوچنے لگا، تب گیدڑ بولا، حضور سوچیے مت جلدی چلیے کہیں ان جانوروں کی رائے نہ بدل جائے۔ ہاتھی بڑا خوش ہوا اور چلنے لگا۔ آگے آگے گیدڑ پیچھے پیچھے ہاتھی۔ گیدڑ اس کو ایک بہت ہی تنگ راستہ پر لے گیا جس کے دونوں طرف بڑے گہرے کھڈ تھے ہاتھی بھی راجہ بننے کے نشہ میں چور تھا بغیر سوچے سمجھے اسی راستے پر چلنے لگا گیدڑ دوڑ رہا تھا ہاتھی کو بھی اس کا ساتھ پکڑنے کے لیے دوڑنا پڑا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا پیر پھسلا اور وہ گہرے کھڈ میں جا گرا اور گیدڑ کو زور زور سے پکارنے لگا، ارے بھیا گیدڑ بچاؤ گیدڑ ہنسا اور ہنس ہنس کر اپنی دم کھڈ میں لٹکا کر کہنے لگا۔ میری دم پکڑ کر اوپر آجاؤ — لیکن ہاتھی اس کی دم نہیں پا سکا (باقی برابر کالم میں)

ص ۴ اور کچھ دنوں کے بعد اسی کھڈ میں مر گیا۔ اور سچ مچ گیدڑوں کو کئی دنوں کے لیے شکار کرنے سے فراغت حاصل ہو گئی — سچ ہے لالچ بُری بلا ہے۔

انوکھا انتقام بقیہ صفحہ ۵۰

اچھا خدا حافظ۔ جاؤ جا کر سو رہو

(شیخ خیمہ میں داخل ہو جاتا ہے)

شکاری: خدایا۔ کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ کیا قاتل کے ساتھ دنیا میں اس طرح بھی سلوک کیا جاتا ہے۔

پروردگار اس وادی پر اپنی رحمت نازل فرما۔ یہ انسانوں کی بستی نہیں فرشتوں کی بستی ہے۔

(پردہ گرتا ہے)

طلبہ کے مضامین

ہماری پکنک

محمد مسعود خاں
فرخ آبادی
درجہ چہارم

پکنک ایک انگریزی لفظ ہے اس کے معنی ہیں تفریحی پروگرام۔ پکنک دو طرح کی ہوتی ہے، ایک تو ہوم پکنک، یعنی گھر یا اسکول کے اندر منائی جانے والی پکنک، دوسری آؤٹ ڈور پکنک یعنی گھر سے باہر کسی باغ یا گاؤں یا کسی پہاڑی پر یا کسی جنگل میں منائی جانے والی پکنک۔ پکنک کا مقصد یہ ہے کہ دل گھبرائے یا پڑھائی سے دل اکتا جائے تو دل بہلانے کے لیے کسی پہاڑی مقام یا شہر سے باہر کسی فرحت بخش مقام پر جاتے ہیں۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے جغرافیہ وغیرہ کی کچھ باتیں معلوم ہو جائیں ایک پکنک کا حال سنیے۔

امسال ہماری درسگاہ میں ایک دو دن پہلے اعلان ہو چکا تھا کہ پکنک کا پروگرام ۲۹ ؍اکتوبر کو ہوگا۔ سب لڑکے پکنک پر جانے کے لیے آ گئے اطفال کی ہوم پکنک ہوئی اور چہارم تا ہشتم کی پکنک لال پور ڈیم پر ہوئی اور سوم کی پکنک نانکار میں ہوئی۔

ہماری درس گاہ میں ہر مہینہ پکنک پر جانا قاعدے میں ضروری ہے۔ چنانچہ ہم لوگ برسات ختم ہونے پر اکتوبر کے مہینے میں گئے۔

لال پور جہاں کوسی ندی کا بندھ باندھ کر نہر نکالی گئی ہے وہ ہم لوگوں کے لیے زیادہ علمی معلومات اور تربیت کے لیے مفید رہا۔ چنانچہ ہم لوگ ایک موٹر کے ذریعہ وہاں گئے۔ رامپور سے دس میل کے فاصلے پر یہ ڈیم بنایا گیا ہے جو نواب رضا علی خاں والیٔ رام پور نے ۱۹۳۲ء میں بنوایا تھا، اس کے اوپر ایک طرف گاڑیاں آنے جانے کا تنگ پل بنا ہوا ہے جو قریب ایک فرلانگ لمبا ہے اس وجہ سے کئی پشتے بنائے گئے ہیں جو لال پور کی آبادی کو محفوظ کر دیتے ہیں اور کوسی ندی میں طغیانی آنے پر آبادی پانی سے بچی رہتی ہے۔

کوسی ندی ہمالیہ سے نکل کر رام گنگا میں جا گرتی ہے اس کا پانی صاف ہے کیونکہ اس کے کنارے کوئی کارخانہ نہیں ہے۔ اس کے آس پاس کنڈ ہو گئے ہیں پہلے ششم تا ہشتم کے لڑکے گئے، پھر چہارم اور پنجم کے لڑکے گئے۔ راستے میں تیز ہوا چل رہی تھی اس وجہ سے لڑکوں کی ٹوپیاں گر پڑ رہی تھیں جب ہم وہاں پہونچے تو ہم سب ساتھی نہر کے کنارے گئے نہر کے کنارے کنارے گھومنے لگے، کنارے پر پانی کم تھا پھر ہم نے سوچا کہ ہم بھی نہائیں اور ادھر ششم تا ہشتم کے لڑکے نہا رہے تھے۔ ہم نے اپنے چچا میاں سے نہانے کی اجازت مانگی۔ ہمارے چچا میاں نے بڑی مشکل سے نہانے کی اجازت دی۔ پھر ہم نے کپڑے اتارے۔ کپڑے اتار کر ہم سب ساتھی نہانے کے لیے چلے گئے۔ ہمارے دوسرے چچا میاں ششم تا ہشتم کے لڑکوں کو نہلا رہے تھے ہم بھی ان میں شریک ہو گئے ہم بھی نہانے لگے قریب قریب آدھا گھنٹہ نہائے۔ نہانے کے بعد پھر ہم سب ساتھی نہر کے کنارے کھیلتے رہے

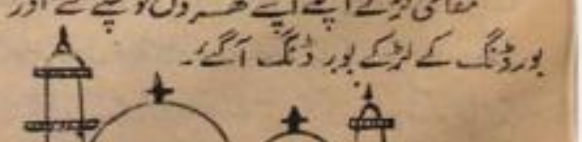
تھوڑی دیر کے بعد چچا میاں نے سیٹی بجائی سب لڑکے ہاتھ منہ دھوکر چچا میاں کے پاس گئے، چچامیاں نے سب ساتھیوں کو دو دو کیلے دیئے اور امرود تقسیم کیے۔ کیلا اور امرود کھا کر ہم سب ساتھی پھر کھیلنے لگے۔

ہم سب ساتھیوں نے سوچا کہ مچھلی کا شکار کریں پھر ہم اور ہمارے ساتھیوں نے مچھلی کا شکار کیا۔ چچامیاں نے سیٹی بجائی سب لڑکے جمع ہوگئے، پھر ہمارے چچامیاں نے کہا سب لڑکے کپڑے پہن لیں اور ہم سب ساتھیوں نے کپڑے پہن لیے۔ کپڑے پہننے کے بعد ہمارے چچامیاں نے ہم سب کو سنگھاڑے تقسیم کرے۔ سنگھاڑے کھاکر ہم سب ساتھی نہر کے کنارے کنارے ٹہلنے لگے۔

چچامیاں نے پھر سیٹی بجائی، سب لڑکے آگئے، پھر چچامیاں نے کہا کہ سب لڑکے کھانا کھالیں پھر سب ساتھیوں نے کھانا کھایا۔ کھانا کھاکر چچامیاں نے کہا کہ ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ پھر سب ساتھیوں نے ظہر کی نماز ادا کی ہمارے چچامیاں نے گھومنے کی پارٹیاں بنادیں۔ ہم سب ساتھی گھومنے کے لیے گئے نہر کے کنارے کنارے گھوم رہے تھے بڑا بھلا معلوم ہوتا تھا۔

— گھوم کر واپس آئے تو عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا پھر ہم سب ساتھیوں نے عصر کی نماز ادا کی۔ نماز کے بعد چچامیاں نے کہا اب چلنے کی تیاری کریں۔ سب ساتھیوں نے چلنے کی تیاری کی۔ وہی موٹر آئی اور اس میں ہم سب آگئے۔

مقامی لڑکے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور بورڈنگ کے لڑکے بورڈنگ آگئے۔



رامپوری غزل

ابو المجاہد زاہدؔ

نہ اُلّی طرف ہیں نہ پلّی طرف ہیں
کھڑے ہیں وہ میرے کَنے ہی برابر
ارے وَاںؔ لے مجھ کو دُبرا ریائے
لگاؤں گا اک دھپا بھی سر پہ کس کر
مرے پارے بیرن! بزریا جو جیٹو
تو لیتو مٹر، گوش، آلو، چقندر
چچاجان کیسے مجاز آپ کے ہیں
یہ کیوں اوڑھے ہیں کمری پہ چدّر
بگیلی ہے کاپی پہ کیوں روشنائی
بہت بیلے بنتے ہو مسٹر منوّر
ارے پینٹھ کو راستہ یہ گیا ہے
اُدک کاں کو تو جا ریائے مظفر
مری مونچھ حیرت سے کیا دیکھتے ہو
کہ یاں پہ تو ہے ایک سے ایک چھندیہ
ہے مُنّے میاں کی ادا بھی نرالی
کہ پہنے ہوئے ہیں تمنیا پہ نیکر
نہ کیوں میرے اشعار میٹھے ہوں بھیے
غزل یہ کہی ہے بلا غنڈ کھاکر

پیش کرنے والے:۔
معراج محمد (درجہ ہشتم)

سید قادر علی
(استاد مرکزی درسگاہ)

"رضا لائبریری" رام پور

ہندوستان میں پانچ مشرقی کتب خانے ایسے ہیں، جو دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک "رضا لائبریری" رامپور بھی ہے۔

اس کتب خانہ کی بنیاد نواب سید فیض اللہ خاں بہادر متوفی ۱۲۰۸ھ م ۱۷۹۴ء) کے زمانہ میں پڑی۔ موصوف کے بعد ہر نواب نے اپنے اپنے عہد میں اس کی سرپرستی کا حق ادا کیا، اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

شروع میں یہ کتب خانہ نواب صاحب کے پرانے توشہ خانہ میں تھا، جب وہ ناکافی ہوگیا، تو وہاں سے ایک نئی عمارت میں منتقل کیا گیا، پھر ایک نئی عمارت اور تعمیر ہوئی جس کا افتتاح نواب سید حامد علی خاں مرحوم نے ۳۱ر مارچ ۱۸۹۲ء میں کیا۔

۱۹۵۷ء میں رضا لائبریری قلعۂ رامپور کی ایک خوبصورت اور شاندار عمارت حامد منزل میں منتقل ہوگئی، اور اب تک یہ اسی عمارت میں ہے۔

اس لائبریری میں مطالعہ کرنے والوں کو کوئی فیس نہیں دینا پڑتی ہے۔ البتہ کتاب گھر لے جانے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔ پڑھنے والوں کو کتابیں بڑی آسانی سے مل جاتی ہیں۔ کوئی دقت نہیں ہوتی ہے، سنگ مرمر کی ۱۹ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد مطالعہ کا کمرہ آجاتا ہے، وہاں میز پر رکھے ہوئے فارم کو بھر کر کارکن کو دیدیجئے، وہ ذرا دیر میں آپ کی مطلوبہ کتاب یا رسالہ لاکر دے دے گا۔ کرسی پر بیٹھ جائیے اور آرام سے مطالعہ کیجئے۔

لائبریری کھلنے کا وقت ہر موسم میں دس بجے صبح سے لے کر ۴ بجے شام تک رہتا ہے۔ جمعہ کے دن یہاں چھٹی رہتی ہے۔

کتاب خانہ کے ناظم مولانا امتیاز علی خاں عرشی ہیں۔ موصوف ۲۷ سال (۱۹۳۲ء) سے یہ خدمت بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ آپ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں علاوہ ازیں غالب اور کلام غالب پر جو کام کیا ہے وہ شاہکار کا درجہ رکھتا ہے۔

اس کتب خانہ میں لکڑی اور لوہے کی خوبصورت مضبوط اور خوشنما الماریاں ہیں، ان پر لگے ہوئے لیبل تعارف کا کام کرتے ہیں۔ الماریوں میں مجلد کتب ورسائل تصویریں اور خوشخطی کے نمونے نہایت سلیقہ اور صفائی ستھرائی کے ساتھ رکھے ہوئے ہیں۔

"رام پور رضا لائبریری میں عربی، فارسی، ترکی، پشتو، اردو ہندی، انگریزی سنسکرت، پنجابی اور تامل زبانوں کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ (چھپی ہوئی اور قلمی) کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے اس کے علاوہ قدیم اور مغل دور کی سادہ اور رنگین تصویروں کے البم اور خوشخطی کے عجیب وغریب نادر نمونے ہر دیکھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، اور وہ بے ساختہ ان کی داد دینے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

مالک رام نے "نذر عرشی" کے صفحہ ۵ پر اس کتب خانہ کی کتابوں کی تعداد مندرجہ ذیل تحریر فرمائی ہے۔

"اس وقت یہاں پندرہ ہزار تو صرف خطی نسخے ہی ہیں۔ اور ایک ہزار کے قریب تصاویر ان کے علاوہ ہیں مخطوطات میں عجیب وغریب نوادر ہیں، ان سے متعلق تفصیل لکھنے کا یہ محل نہیں مختصراً یہ کہ عربی اور فارسی کے چھ چھ ہزار قلمی نسخے ہیں، اردو کے تقریباً ڈیڑھ ہزار، ہندی اور سنسکرت کے تقریباً ایک ہزار اور توادر تمل (تامل) کے بھی ڈیڑھ سو نسخے ہیں، ترکی اور پشتو کے پچاس ہیں۔

۱۹۵۷ء میں "ریاست لوہارو" کا کتاب خانہ بھی یہاں

منتقل ہوگیا۔ اس کے لیے "لوہارو سیکشن" الگ رکھا گیا۔ اس میں تقریباً تین سو مخطوطات ہیں (اس کتب خانے میں) تقریباً ۲۰ ہزار مطبوعہ کتابیں ان کے علاوہ ہیں۔ لوہارو سیکشن کی ساڑھے تین ہزار ان پر مستزاد ان میں سب سے زیادہ تعداد اردو کتابوں کی ہے یعنی تقریباً ستر ہزار"

یہ رپورٹ اب سے تقریباً چار پانچ سال پہلے کی ہے۔ اس عرصہ میں جو اضافہ ہوا ہے۔ اس کی صحیح تفصیل نہ معلوم ہو سکنے کی وجہ سے تازہ ترین تعداد نہیں درج کی جا سکی ہے۔

• ماہنامہ "آج کل" دہلی ستمبر ۱۹۶۷ء میں مولانا امتیاز علی عرشی کا ایک مضمون "کتابوں کا تاج محل" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ ان میں سے چند اقتباسات یہ ہیں۔

اس لائبریری کی سب سے پرانی کتاب قرآن مجید کا ایک نسخہ ہے جو ساتویں صدی عیسوی میں چمڑے پر لکھا گیا تھا۔

قرآن پاک کا ہی ایک اور نسخہ ہے۔ جسے بغداد کے وزیر اعظم ابن مقلہ نے ۹۳۹ء سے دو تین سال پہلے لکھا تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے کوفی خط کو ایسا موڑ دیا۔ کہ موجودہ نسخ پیدا ہوگیا تذکرہ نگاروں نے بتایا ہے۔ کہ ابن مقلہ نے اپنی زندگی میں قرآن مجید کی صرف دو کاپیاں تیار کی تھیں۔ رضا لائبریری کی خوش قسمتی ہے کہ ان میں سے ایک یہاں موجود ہے۔ ماہرین کا خیال ہے۔ کہ صرف ایک یہی نسخہ ہزاروں پونڈ قیمت کا ہے۔ یہ نسخہ اس لحاظ سے بھی نادر ہے کہ کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب کا بہت پرانا نمونہ ہے۔

قرآن مجید کی جو تفسیریں دنیا میں موجود ہیں۔ ان میں سب سے پرانی امام سفیان ثوریؒ کی تفسیر ہے۔ اس کتاب کا یکتا نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر حکومت ہند کی مدد سے لائبریری نے ابھی حال میں اسے شائع کر دیا ہے۔

آٹھویں صدی عیسوی کا ایک عرب شاعر "جریر بن عطیہ" ہے اس کا دیوان کئی بار چھپ چکا ہے مگر رضا لائبریری میں اس کی جو کاپی محفوظ ہے اس میں ابن حبیب بغدادی کی مفصل شرح بھی شامل ہے جو لوگ ابن حبیب بغدادی سے واقف ہیں وہ اس شرح کی اہمیت کو پہچان گئے ہوں گے۔

عہد فیروز شاہی کی ایک فارسی کتاب محفوظ ہے جو ہے تو فن ریاضی پر مگر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں دفتری اصطلاحیں کیا تھیں؟ اور مختلف انتظامی عہدوں کے فرائض کیا قرار دے گئے تھے؟ اس کا نام "دستور الالباب فی علم الحساب" ہے۔ اس کی قدر و قیمت کی ہی وجہ ہے کہ آسٹریلیا تک اس کے مائکرو فلم طلب کیے گئے ہیں۔

یہاں پہلے مغل بادشاہ بابر کی ترکی نظموں کا وہ مجموعہ موجود ہے۔ جسے اس نے خود پڑھ کر درست کیا، اور آخر میں اپنے قلم سے ایک رباعی کا اضافہ کر دیا اس کے شروع میں بیرم خاں کی تحریر اور آخر میں شاہجہاں کی تصدیق ہے۔

اردو کی کتابیں اگرچہ تعداد میں عربی فارسی سے کم ہیں۔ مگر قدر و قیمت کے اعتبار سے کسی طرح کم وزن نہیں ...... "انشاءؔ" کی رانی کیتکی کی کہانی کے دو قلمی نسخے یہاں محفوظ تھے جن کی مدد سے اس کہانی کا صحیح ترین ایڈیشن تیار کیا جا سکا۔

یہاں غالبؔ کا وہ اردو دیوان بھی موجود ہے۔ جسے غالب نے ۱۸۵۵ء سے کچھ قبل مرتب کر کے نواب صاحب رام پور کو تحفے میں پیش کیا تھا۔

ہندی کی قلمی کتابوں میں بہت سے نایاب نسخے ہیں۔ ملک منجن کی "مکر مالتی" کی پوری کاپی صرف یہاں محفوظ ہے۔

ملک محمد جائسی کی "پدماوت" کی جو کاپی یہاں ہے۔ وہ پدماوت پر کام کرنے والوں کے نزدیک بڑی قیمتی ہے۔ اس لیے کہ اس میں ہر لفظ کا صحیح تلفظ بتایا گیا ہے۔ اور سطروں کے بیچ میں ہر ہندی لفظ کے فارسی معنی لکھے گئے ہیں۔ اس سے یہ پتہ چل جاتا ہے۔ کہ اب سے تین سو سال پہلے پدماوت کو کیسے پڑھایا گیا تھا اور اس کا کیا مطلب سمجھا

گیا تھا۔

اکبری عہد کی مستند تصویریں بہت کم ملتی ہیں۔ رضا لائبریری میں اس عہد کی دو ایسی کتابیں موجود ہیں، جن کی تصویروں کی تعداد سو سوا سو کے قریب ہے۔

ان میں سے ایک دیوان حافظ شیرازی ہے، اور دوسری آسمان کے بارہ برجوں سے متعلق ایک البم ہے۔ اس میں عہد اکبر کی ہندوستانی تہذیب کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے دیوان حافظ کی تصویروں کے نیچے مصوروں کے نام بھی درج ہیں۔ یہ خصوصیت بہت کم کتابوں میں نظر آتی ہے۔

تزک جہانگیری کے کسی شاہی نسخے کی نادر و نایاب تصویریں بھی ایک البم میں موجود ہیں۔ یہ منوہر، گوردھن اور فتح چند کی بنائی ہوئی ہیں۔

سید نجم الدین نقوی نے ایک مضمون لکھا ہے جس کا عنوان ہے "ایک مشرقی کتب خانہ مستشرقین کی نظر میں" یہ مضمون ماہنامہ نیا دور لکھنؤ جنوری ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا ہے۔ اس میں انہوں نے رضا لائبریری کی معائنہ بکوں سے چند اکابرین کے تاثرات کے اقتباسات جمع کئے ہیں۔ ان میں سے صرف تین نیچے نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ "میں اس کتب خانے سے بارہا متمتع ہوا ہوں، ہندوستان کے کتب خانوں میں اس سے بہتر کیا، اس کے برابر بھی کوئی کتب خانہ نہیں میں نے روم اور مصر کے بھی کتب خانے دیکھے ہیں لیکن کسی کتب خانہ کو مجموعی حیثیت سے اس سے افضل نہیں دیکھا۔۔۔۔

شبلی نعمانی ۱۹ اپریل ۱۹۱۴ء

۲۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے ۱۹ ستمبر ۱۹۲۰ء کو یہ کتب خانہ دوبارہ دیکھا۔ اور اسے دنیا کے ان بڑے کتب خانوں میں بتایا، جس پر دنیائے اسلام کو فخر ہے۔

ایک عرصے کے بعد مجھے اس قیمتی کتب خانہ کے معائنہ کا پھر موقع ملا۔ ہندوستان میں جو گنتی کے قیمتی علمی ذخائر ہیں۔ ان میں سے ایک گراں مایہ ذخیرہ یہ ہے۔ امید ہے کہ حالات کی تبدیلیوں نے جواب نئی صورت پیدا کردی ہے۔ وہ اس کتب خانہ کی مزید اصلاح و ترقی کا موجب ثابت ہوگی۔

ابو الکلام آزاد (۱۲ جنوری ۱۹۵۲ء)

عابد رضا بیدار، ایم اے، پی ایچ ڈی اپنے ایک مضمون "کتاب خانہ رضائیہ رام پور" میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔ (یہ مضمون کتاب نذر عرشی میں شامل ہے)

"پہلے یہ اسٹیٹ لائبریری تھی۔ (۱۹۴۹ء میں) رام پور ریاست کے یوپی میں انضمام کے ساتھ اسے موجودہ حکمران ریاست (نواب سید رضا علی خاں بہادر کے نام پر رضا لائبریری کا نام دیا گیا۔ حکومت یوپی اسے ۴۰ ہزار روپیہ سالانہ گرانٹ دیتی ہے۔ اس کے نظم و نسق کے لیے ایک بورڈ مقرر ہے۔ نواب صاحب اس کے صدر اور مختار اعلیٰ ہیں۔ اور ضلع مجسٹریٹ اس کے سکریٹری ہیں نواب سید رضا علی خاں بہادر ۱۹۶۶ء میں انتقال فرما گئے۔ اب ان کے جانشین نواب سید مرتضیٰ علی خاں ہیں۔

رضا لائبریری رامپور میں شعبۂ اشاعت بھی قائم ہے۔ یہ خصوصیت صرف اسی کتب خانہ کو حاصل ہے۔ اس شعبہ کی طرف سے اب تک پندرہ کتابیں شائع ہوچکی ہیں جن کو ملکی اور غیر ملکی اصحاب علم و ادب نے سراہا ہے۔

ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ لائبریری میں عربی مخطوطات کی فہرست مرتب کرنے کا کام شروع ہوچکا ہے۔ اور اب تک تین فہرستیں انگریزی میں طبع ہوگئی ہیں۔ جن میں قرآن، حدیث، تفسیر ۔۔۔۔۔ کے فن آگئے ہیں۔ جب یہ فہرست مکمل ہوجائے گی، تو مشہور عالمی فہرستوں میں اس کا بھی شمار ہوگا۔ اس کے علاوہ ایک فہرست اردو کی بھی تیار ہوچکی ہے۔

استاد: (شاگرد سے) زاویہ معکوس کسے کہتے ہیں؛
شاگرد: زاویہ معکوس وہ زاویہ ہے جو ہر وقت ماں کو کوستا رہتا ہے۔

طلبہ کی تقریریں
(عربی)

لِمَن اعيش

معراج احمد درجہ ہشتم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ـ وَالَّذِى خَلَقَكُمْ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ـ والصلوٰة والسلام على سيدنا محمدٍ صلى الله عليه وسلم وعلىٰ آله وصحبه اجمعين ـ

وبعد فيا اخوانى حضرت امامكم لاقول "لِمن اعيش"

اعلموا ـ ايها الاخوان ـ ان خدمة الانسانية واحترامها فى جميع شعوبها انما ذلك مما يرميه كل من له المامٌ بحقيقة الانسان ولكن هذه الدائرة الانسانية الواسعه لايسهل التوصل الى خدمتها ونفعها بدون واسطه، فوجب التفكير فى الوسائل التى توصلُ الى تحقيق هذه الخدمة، وايصال هذا النفع ـ

يا اخوانى! نحن معشر المسلمين لما نظرنا فى الاسلام وجدناه الدين الذى يحترمُ الانسانية فِى جميع اجناسِهَا، فيقول "ولقد كرمنا بنى آدم" ويقرر التساوىَ والاخوة فى جميع تلك الاجناس، ويبين ان الله جعلهم شعوباً وقبائل للتمييز لا للتفضيل وانّ التفاضل ليس الا بالاعمال الصالحه فيقول "يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا، اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" ويدعو تلك الاجناس الى التعاطف والتراحم بما يجمعها من وحدة الاصل، والى القرابة القريبة والبعيدة ـ فيقول "وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ" ويامر بالعدل العام مع العدو والصديق فيقول "لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا، اِعْدِلُوْا" ويحرم الاعتداء تحريمًا عامًا على البغيض والحبيب فيقول "لا يجرمنكم شنآن قومٍ ان صدوكم عن المسجد الحرام ان تعتدوا"

فيا ايها الاخوان لما عرفنا هذا واكثر من هذا فى الاسلام، وهو الدين الذى فطرنا الله عليه بفضله، علمنا انه، دين الانسانية وحده الذى لا نجاة لها وسعادة الا به ـ وان خدمتها لا تكون الا باصوله، وان ايصال النفع اليها لا يكونُ الا من طريقه ـ

فيا ايها المستمعون الكرام ـ نحن معشر المسلمين عاهدنا الله على ان نقف حياتنا على خدمة الاسلام ونشر هدايته ـ وخدمة كل ما هو بسبيله ـ فاذا عشت له فاننى اعيش للانسانيه لخيرها وسعادتها فى جميع شعوبها واجناسها ـ (باقى صـ ۶۵ پر)

طلبہ کی تقریریں (عربی)

طارق احسانی (درجہ ہشتم)

ماهو الواجب على المسلم

الحمد لله حمداً كثيراً كثيرا۔ والصلوٰة والسلامُ على سيد الانبياءِ بشيراً و نذيرا۔

اما بعد۔ فيا اصدقائى، لا يخفى عليكم ان المسلمين قد احاطت بهم انواعٌ شتّى من المشكلات فماذا ينبغى لهم ان يفعلوا نحو التخلص من هذه المعضلات ايها الاصدقاء ماءِ الٰهُ من العجب مثل هذا السوال اذا كان من قبل رجل مسلم، واعجب منه اذا اختلج فى نفس عالمٍ من علماءِ الاسلام لان الاسلام دين كامل قيم۔ فيه تفصيل لكل شئٍ، وكتاب الله وسنة رسوله فيهما بيانٌ واضحٌ صريحٌ المنهج الحياة يحتوى على كل صغير وكبير، وما يضرّ وينفع۔

فكيف، ايها الاصدقاء۔ يسوغُ لنا الشكوىٰ من المشكلات والشقاء۔ وكيف البكا على البلايا والمحن اِذْ معظم الامة قد نبذت كتاب الله وسنة الرسول علنًا وجهارا۔ وذلك ما اوردهم على المهالك فان الله تعالىٰ قال بكل صراحة واعلان ما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم ويعفوا عن كثير۔

وما انتم بمعجزين فى الارض وما لكم من دون الله من ولى ولا نصير وقال تعالىٰ فى موضع آخر ظهر الفساد فى البر والبحر بما كسبت ايدى الناس ليذيقهم بعض الذى عملوا لعلهم يرجعون۔ وقد فسرها رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

فقال، ما اصابكم من مرضٍ او عقوبة او بلاءٍ فبما كسبت ايديكم"۔ وقال الحسن البصرى رضى الله عنه لمّا نزلت هذه الاية قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفس محمدٍ بيده ما من خدش عودٍ، ولا اختلاج عرقٍ، ولا عثرة قدمٍ الا بذنبٍ۔ وعن حذيفة رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم قال: والذى نفسى بيده لتأمُرُنّ بالمعروف وتنهون عن المنكر او ليُوشكنّ الله يبعث عليكم عذابا من عنده۔ ثم لتدعنه ولا يستجاب لكم۔

فيا اصدقائى۔ كيف يرجىٰ۔ وهذه ما لنا ان تستجاب دعواتنا۔

وتنحل مشكلاتنا وتنفرض البلايا التى كنا سيها، فهبوا اعملوا بما امر الله ورسوله۔ نتخلص ممّا نحن فيه من المعضلات۔

ذرا مسکرائیے

میزبان :- (مہمان سے جو واپس جانے کا نام نہ لیتا تھا) "آپ کو یہاں رہتے ہوئے بہت دن ہو گئے، آپ کے بچے بھی تو یاد کرتے ہوں گے؟"

مہمان :- "ہاں یہ بات تو ہے۔ پھر انہیں بھی یہیں بلا لیتا ہوں۔"

ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ

استاد :- (شاگرد سے) "چائے سب سے زیادہ کہاں ہوتی ہے؟"

شاگرد :- "ہوٹلوں میں۔"

ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ

ماسٹر نے اپنے شاگرد سے ناراض ہو کر کہا "تم حساب میں بہت غلطی کرتے ہو ہر سوال کو دس مرتبہ جوڑ کر دیکھ لیا کرو۔"

ماسٹر نے بچے کو سوال حل کرنے کے لیے دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کاپی لے کر آیا، ماسٹر نے پوچھا "کہو تم نے دس مرتبہ جوڑ کر دیکھ لیا۔"

بچے نے جواب دیا: "جی ہاں! یہ دیکھیے سوال کے دس جواب حاضر ہیں۔"

ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ

راشد: (خالد سے جو بارش سے بھیگتے ہوئے گھر میں داخل ہوتے ہیں) "میں کہتا ہوں، جب آپ کو معلوم تھا کہ آج بارش ہوگی تو آپ چھتری کیوں نہیں لے گئے؟"

خالد :- (غصہ سے) "تو کیا کپڑوں کے ساتھ نئی چھتری کا بھی ستیاناس کر لیتا۔"

ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ

استاد :- "کتے پر تمہارا مضمون تمہارے بھائی کے مضمون سے ملتا ہے۔"

شاگرد :- "جی! ہم دونوں کا کتا ایک ہی ہے۔"

ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ

ایک اسکول میں ایک بہت ہی اہم مذہبی شخصیت آنے والی تھی ہیڈ ماسٹر صاحب کو امید تھی کہ وہ بچوں سے مذہب کے بارے میں ضرور پوچھیں گے اس لیے انھوں نے بچوں کو مذہبی سوالات کے جوابات سے اچھی طرح لیس کر دیا، اور ایک بچے کو خصوصیت سے بہت تیار کیا جو کلاس میں کافی ذہین اور ہوشیار رہتا۔

"اگر وہ صاحب تم سے پوچھیں کہ تمہیں کس نے بنایا تو تم کیا جواب دو گے؟"

"مجھے خدا نے بنایا" لڑکے نے برجستہ جواب دیا۔

ہیڈ ماسٹر نے لڑکے کو شاباشی دی اور جواب سے مطمئن ہو گیا۔ دوسرے دن وہ صاحب آئے اسکول کے کاروبار اور انتظام سے وہ بہت مطمئن ہوئے اور جیسی کہ امید تھی انھوں نے جلتے جاتے سوال کیا۔

"اچھا بچو! تم میں سے کوئی بتا سکتا ہے کہ تمہیں کس نے بنایا۔"

پوری کلاس پر خاموشی چھا گئی۔ کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کو بڑی ندامت ہوئی۔ ان صاحب نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

آخر میں ایک بچہ اٹھا اور کہنے لگا:-

"جس بچے کو خدا نے بنایا وہ آج اسکول نہیں آیا، اسے چیچک نکلی ہے۔"

"لمن اعيش" بقیہ صفحہ ۶۳

يا اخواني بما كنا ينكون هكن الا با لاسلام الذى ندين به، ونعيش له، ونعمل من اجله۔ فاذا اثبت ان الاسلام كله خير۔ فمن اظلم ممن لا يزاه دينا واحسن البشرية۔ انعلمتم۔ يا اخوانى۔ معنى قولى لمن اعيش؟ الا انى، اعيش للاسلام وله اموت۔ اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام، والحمد لك يارب العالمين۔

جلسہ تقسیم انعامات

الحمدللہ کہ ۱۷ر مارچ تک درس گاہ کے طلبہ تعلیمی ہفتے کی سرگرمیوں اور رنگارنگ پروگراموں میں پورے شوق اور حوصلہ مندی کے ساتھ شریک رہے۔

۱۸ر مارچ کو تقسیم انعامات کا اجتماع منعقد ہوا جس میں شرکت کے لیے ناظم درس گاہ جناب سید منظور الحسن صاحب ہاشمی کی فرمائش پر، مرکز جماعتِ اسلامی دہلی سے معاون قیم جماعت جناب مولانا عبدالعزیز صاحب بی اے تشریف لائے اجتماع کی کارروائی درس گاہ کے ایک طالب علم کی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ چند طلبہ نے تقریریں نظمیں اور لطیفے پیش کیے۔ آخر میں ہمارے معزز مہمان جناب عبدالعزیز صاحب معاون قیم نے طلبہ کے سامنے ایک پر اثر تقریر فرمائی بعد ازاں کامیاب طلبہ کے درمیان انعامات تقسیم کیے، جو پہلے سے، برادرم جناب عرفان خلیلی صاحب استاد درسگاہ کے تعاون سے مرتب کر لیے گئے تھے۔ (محمد ایوب اصلاحی استاد درسگاہ)

انعام پانے والے طلبہ کی فہرست درج ذیل ہے۔

درجہ ہشتم

۱۔ ضیاء الدین — سالانہ امتحان I
۲۔ طارق اکرام اللہ — " " II حاضری II
۳۔ محمد ابوبکر — حاضری I
۴۔ معراج محمد — بیت بازی I مشاعرہ II عربی تقریر خصوصی۔ اناؤنسر خصوصی، کھیلوں کا مظاہرہ سنجیدگی سے I کبڈی نمایاں، لمبی کود II
۵۔ نورالحسن — بیت بازی II ۔ مکالمہ II سنجیدہ مکالمہ III حسن کارکردگی۔
۶۔ راشد بیگ — مشاعرہ VII ، اردو تقریر II حاضری II
۷۔ سید جاوید قادر — مشاعرہ IX مکالمہ I سو گز دوڑ II کبڈی نمایاں۔ والی بال نمایاں، حسن کارکردگی I
۸۔ اظہار احمد — مکالمہ I ، ہندی تقریر خصوصی۔ حاضری I سالانہ امتحان II حسن کارکردگی I
۹۔ نواب جان — مکالمہ I
۱۰۔ محمد طارق احسانی — سلو سائیکل II۔ کھیلوں کا مظاہرہ سنجیدگی سے II حسن کارکردگی II

درجہ ہفتم

۱۔ عبدالصمد — حاضری II اردو تقریر III
۲۔ عقیل جاوید — بیت بازی II مشاعرہ I ہندی نظم I مکالمہ III
۳ شارق انصار اللہ — سالانہ امتحان I حاضری I
۴۔ محمد یونس — بیت بازی I
۵ محمد عمران — حسن کارکردگی II
۶۔ عمر سعید — مکالمہ II
۷۔ وقار الحق — سالانہ امتحان II انگریزی تقریر I
۸۔ مجاہد علی — کبڈی اور بیڈمنٹن نمایاں
۹۔ ظفر امام — مکالمہ III سو گز دوڑ I لمبی کود I اونچی کود I کبڈی اور والی بال نمایاں۔ حسن کارکردگی II
۱۰۔ امداد حسین — انگریزی تقریر II اونچی کود II کبڈی نمایاں۔ کھیلوں کا سنجیدگی سے مظاہرہ II حسن کارکردگی I
۱۱۔ تنویر احمد — حسن کارکردگی I
۱۲۔ ثناء اللہ — سالانہ امتحان I

درجہ ششم

۱۔ ادریس احمد — اردو نظم II مشاعرہ VIII
۲۔ نعمت اللہ — اردو نظم II مشاعرہ III
۳۔ نعمان جلیس — سالانہ امتحان II مشاعرہ IV مکالمہ II قرأت خصوصی۔
۴۔ مطلوب شاہ — مکالمہ II کبڈی نمایاں۔
۵۔ افتخار احمد — اردو نظم II مکالمہ II حسن کارکردگی II

۶۔ عزیز منظور — سالانہ امتحان I مشاعرہ VI اناؤنسر خصوصی۔ خطبۂ صدارت خصوصی۔ رومال جھپٹ II کبڈی نمایاں حسن کارکردگی۔

۷۔ محمد قاسم — مکالمہ III حسن کارکردگی۔

۸۔ زبیر اقبال — بیت بازی II مشاعرہ III اردو تقریر I حسن کارکردگی۔

۹۔ محمد شاہد شمسی — بیت بازی I مشاعرہ X اردو نظم I ہندی نظم I حسن کارکردگی۔

۱۰۔ ارشد امین نعمانی — مشاعرہ IV

۱۰۔ حبیب الرحمٰن — مکالمہ II

۱۲۔ عطاء الرحمٰن — مکالمہ II

۱۳۔ محمد نوشاد — سوگز دوڑ I کبڈی نمایاں حسن کارکردگی I

۱۴۔ مشتاق احمد — رومال جھپٹ II۔ بیڈمنٹن نمایاں۔ حسن کارکردگی۔

۱۵۔ سہیل احمد — مکالمہ I لمبی کود I کبڈی نمایاں حسن کارکردگی

۱۶۔ حفیظ الرحمٰن

۱۷۔ صغیر احمد — مکالمہ III کبڈی نمایاں

۱۸۔ عارف محمود — اردو نظم I

درجہ پنجم

۱۔ محمد اظہر — حاضری I

۲۔ مسرور احمد — 〃 II اردو نظم فرسٹ

۳۔ لئیق احمد — حاضری I سالانہ امتحان II حسن کارکردگی

۴۔ عبدالرحمٰن — حاضری II

۵۔ ابرار حسین — بیت بازی I مشاعرہ V۔ اردو تقریر I ہندی نظم I

۶۔ محمد اسلم خاں — بیت بازی II ہندی نظم II کبڈی نمایاں۔

۷۔ اصغر امام — مشاعرہ III ہندی نظم II رومال جھپٹ I۔ کبڈی نمایاں۔

۸۔ احمد — مشاعرہ VI مکالمہ II

۹۔ سعید اختر — اردو تقریر II

۱۰۔ محمد طاہر — ہندی تقریر خصوصی۔

۱۱۔ محمد شاہد — اردو نظم I

۱۲۔ محمد حنیف — ہندی نظم II — لمبی کود II اونچی کود II کبڈی نمایاں حسن کارکردگی۔

۱۳۔ محمد شعیب — اردو تقریر خصوصی۔

۱۴۔ مرتضیٰ علی — رومال جھپٹ I

۱۵۔ ایازالدین — کبڈی نمایاں

۱۶۔ شہاب الدین — کبڈی نمایاں والی بال نمایاں

۱۷۔ پرویز اختر — حسن کارکردگی۔

۱۸۔ مصعب بن عبدالحی — 〃 〃 I

۱۹۔ گلزار احمد — 〃 〃

درجہ چہارم

۱۔ محمد سکندر — سالانہ امتحان I

۲۔ محمد سعود — سالانہ امتحان I سلو سائیکل I والی بال نمایاں

۳۔ محمد اکرام خاں — سالانہ امتحان II

۴۔ محمد عقیل شمسی — 〃 〃 II

۵۔ سلمان محمود — حاضری I

۷۔ نوید فاروق — اردو نظم I

۸۔ قمر شاہ خاں — کبڈی نمایاں

۹۔ فہیم الباری — حسن کارکردگی

۱۰۔ جمال ناصر — 〃 〃

درجہ سوم

۱۔ ابرار حسین — سالانہ امتحان I کرسی دوڑ I

۲۔ عبدالعلیم — سالانہ امتحان I

۳۔ عبدالوہاب — سالانہ امتحان II۔ سوگز II۔ اونچی کود I حاضری II۔ کبڈی نمایاں

۴- محمد قاسم سالانہ امتحان I - قرأت II پچاس گز دوڑ II
۵- محمد غفران سالانہ امتحان II حاضری II
۶- محمد جنید حاضری II
۷- انوار النبی 〃 I
۸- جنید اختر مشاعرہ VIII - قرأت I - کہانی خصوصی -
۹- محمد عزیر اردو نظم I کبڈی نمایاں -
۱۱- شاکر علی خاں کبڈی نمایاں حسن کارکردگی -

درجہ دوم

۱- محمد وسیم قرأت خصوصی -
۲- نعیم احمد اردو نظم I کہانی خصوصی -
۳- کلیم احمد اردو نظم I - پچاس گز دوڑ II - چمچہ دوڑ II
۴- آصف ضیاء رخان اردو نظم II
۵- ایوب علی خاں اردو نظم II حاضری I - پچاس گز دوڑ I
۶- حبیب احمد اردو نظم II
۷- خورشید اکرام لطیفہ I - پچاس گز دوڑ II چمچہ دوڑ I
۸- احتشام الحق لطیفہ II سالانہ امتحان I حاضری II
۹- فیروز احمد سالانہ امتحان II
۱۰- محمد اسامہ سالانہ امتحان I
۱۱- فیروز شاہ سالانہ امتحان II کرسی دوڑ II
۱۲- شاہد بیگ حاضری I
۱۳- حکیم الزماں حاضری II
۱۴- فضیل احمد حاضری II
۱۵- خورشید احمد ۱۰۰ گز دوڑ II
۱۶- امیر احمد ۵۰ گز دوڑ I
۱۷- راشد محمود ۵۰ گز دوڑ II
۱۸- سیف اللہ کرسی دوڑ II
۱۹- گلریز کرسی دوڑ I
۲۰- فہیم محمد کرسی دوڑ II
۲۱- شعیب محمد کرسی دوڑ II
۲۲- ریحان حسین چمچہ دوڑ II
۲۳- سید منفید علی کرسی دوڑ II

۲۴- ریاض احمد خاں جلیبی دوڑ I - کبڈی نمایاں
۲۵- سہیل احمد کبڈی نمایاں

درجہ اول

۱- دانش جمال سالانہ امتحان I کرسی دوڑ I
۲- شاکر علی سالانہ امتحان II
۳- عبدالستار حاضری I
۴- عمیر منظور چمچہ دوڑ I حاضری II
۵- مہتاب الدین ۵۰ گز دوڑ I
۶- شعیب احمد ۵۰ گز دوڑ I
۷- ناصر محمود ۵۰ گز دوڑ II
۸- بصیر الزماں کرسی دوڑ II
۹- محمد عمر کرسی دوڑ II
۱۰- اقتدار محمد کرسی دوڑ II
۱۱- عبید اللہ کرسی دوڑ I
۱۲- محمد عاصم کرسی دوڑ I
۱۳- شعیب الرحمٰن کرسی دوڑ I
۱۴- محمد خالد کرسی دوڑ II
۱۵- فغفور احمد کبڈی نمایاں

درجہ اطفال

۱- منظور الحسن کرسی دوڑ II
۲- محمد شاکر جلیبی دوڑ II
۳- پرویز اختر کرسی دوڑ I
۴- غیور الدین کرسی دوڑ II

شیلڈ

۱- والی بال ظفر امام اور معراج محمد گروپ
۲- رسہ کشی (A گروپ) - امداد حسین گروپ
۳- رسہ کشی (B گروپ) - ظفر امام گروپ
۴- کبڈی (A گروپ) - معراج محمد گروپ
۵- کبڈی (B گروپ) - 〃 〃 〃
۶- کبڈی (C گروپ) 〃 〃 〃
۷- بیڈمنٹن ——— ظفر امام گروپ

۷- ممتاز بی ڈی ششم

हम अल्लाह के आखिरी नबी के बाद उत्तरदायी ठहराये गये है। अतः –

प्रिय सज्जनो !

हमारा सन्देश यह है कि मृत्यु के बाद जीवन है और उस जीवन के उपरान्त मृत्यु नहीं।

प्रिय बन्धुओ !

हम फूल हासिल करना चाहते हैं, काँटों से बचना चाहते हैं, सुख और शान्ति पाना चाहते हैं दुख और पीड़ा को मिटाना चाहते है, जीवित रहना चाहते हैं मरना नहीं चाहते किन्तु यह बात और हमारी यह इच्छा इस दुनिया में पूरी न हो–सकेगी—क्योंकि-- यहाँ फूल तो हैं परन्तु काँटे भी हैं, सुख तो है मगर दुख भी है, जीवन तो है मगर मौत भी है !

प्रिय श्रोताओ !

यदी धरती का किसान उसके अन्दर छुपी हुई पैदावार को बिना देखे मान सकता है तथा उसे आँखों के सामने अपने प्रयास और परिश्रम द्वारा बाहर खींच लाता और अपने हाथों में ले लेता है ठीक इसी तरह आसमानों में छुपे हुये उस स्वर्ग और जन्नत को ईमान का किसान भी खून पसीना बहा कर अपनी आँखों के सामने लाकर रहेगा। किसान परिश्रम पहले करता है और फिर फस्ल का इन्तेजार करता है इसी तरह ईमान के किसान को पहले मानना होगा कि आसमानों में जन्नत मौजूद है, पर उसको आँखों के समक्ष लाने के लिए जिस चीज की आवश्यकता है वह है–विश्वास परिश्रम और प्रतीक्षा !

प्रिय सज्जनों !

यह जीवन इसी परिश्रम और प्रतीक्षा के लिए है और मृत्यु वह दिन है जिस दिन स्वर्ग या जन्नत की बहार सामने होगी तथा ईमान व अमल की खेती काटी जायेगी।

प्रिय बन्धुओ !

हमारा सन्देश यह है कि जो बोया जायगा वही काटा जायगा। आग बोने वाले कभी फूल नहीं काट सकेंगे–फूल बोने वाले शोले और अंगारे नहीं काटेंगे–न ऐसा यहां कभी हुआ है और न वहाँ ऐसा कभी हो सकेगा। . ❁❁

प्रस्तुतकर्ता–अकील जावेद, कक्षा VII

धरती के यह सब इन्सान,
एक ही आदम के सन्तान,
सब का रिश्ता नाता एक,
जग का स्वामी दाता एक।
एक व्यवस्था एक अल्लाह,
ला इलाहा इल्लल्लाह ।

वन के काँटे बाग के फूल,
बेला, जूही, बेल, बबूल,
लम्बी गहरी नदियाँ ये,
किस की है सब महिमा ये।
डालो इन पर एक निगाह,
ला इलाहा इल्लल्लाह ।

ये जगमग तारों के दल,
कोमल कलियाँ शीतल जल,
उद्यानों में कोयल गीत,
मधुर यह झरनों का संगीत,
सबके सब है इसके गवाह,
ला इलाहा इल्लल्लाह ।

—: हमारा संदेश :—

इजहार अहमद, गोरखपुरी कक्षा ८

माननीय अध्यक्ष, सम्मानित अतिथिगण तथा प्रिय बन्धुओ !

[मुस्लिम होने के नाते "मानव जाति" को "हमारा संदेश" इस विषय पर मैं आपके सम्मुख अपने विचार प्रकट करूंगा ।]

प्रिय बन्धुओ !

इस्लाम के उस अमर सन्देश को जो अल्लाह तआला के आखरी नबी हजरत मुहम्मद सल्ल० द्वारा हमें पहुँचा आप सभी अच्छी तरह जानते है। आप सभी जानते हैं कि यह कायनात कोई अललटप स्थान नहीं है बल्कि इसका एक ख़ुदा या ईश्वर है जो अपनी अपार शक्ति द्वारा इस पूरी कायनात पर शासन कर रहा है। मनुष्य को उसने कुछ कर्त्तव्य और अधिकार प्रदान करके दुनिया में इस परीक्षा के लिए भेजा है कि कौन उनका पालन आखिरत के जीवन पर विश्वास करते हुये ईश्वर के दूत या रसूलों के आदेशों के अनुसार करता है और कौन इस सत्ता का ही इन्कार कर देता है और न केवल इन्कार कर देता है बल्कि उन आदेशों के खिलाफ अपना जीव व्यतीत करता है।

प्रिय सज्जनो !

जैसा कि मैंने पहले कहा, इस्लाम के सन्देश से हम में से प्रत्येक व्यक्ति न केवल परिचित है बल्कि इसके महत्व और उपयोगिता पर बढ़िया से बढ़िया भाषण दे सकता है। हाँ बात असल में इसपर अमल करने या न करने की है। जहाँ तक इस्लाम की शिक्षा और आदेशों पर अमल करने की बात है, सच बात तो यह है कि हम इस्लाम से दिन प्रति दिन दूर होते जा रहे हैं। इसका कारण स्पष्ठ ही है और वह यह कि हमारे समक्ष हर समय तस्वीर का एक ही रुख रहता है यानि दुनिया ? इसका दूसरा पहलू जो आखिरत के जीवन के बारे में है वह या तो हमारे जहन से निकल गया है या फिर हमारे विश्वास में कमी होती जा रही है।

प्रिय श्रोताओ !

इतिहास इस बात का साक्षी है कि जब तक ख़ुदा का डर और आख़िरत की फिक्र हमारे चलने फिरने, उठने बैठने, सोने जागने, जीने और मरने के साथ रही तो आख़िरत तो बन और सवर ही गई परन्तु दुनिया में भी कामियाबियों ने हमारे कदम चूमे। और जब से दुनिया के लिये जीना और दुनिया के लिए मरना हमारे जीवन का लक्ष्य बन गया तथा ख़ुदा का डर और आखिरत की फिक्र हमारे दिलों से निकल गई तो इसका परिणाम हमारे सामने ही है। एक ओर दुनिया हमें धतकार रही है और दूसरी ओर ईश्वर ने हमें अपनी दृष्टि से गिरा दिया है। अतः हमारा संदेश यह है कि यदि हमें अपनी दशा सुधारनी है और अपना खोया हुआ सम्मान पुनः हासिल करना है तो इस्लाम के बताये हुए-आखिरत के पहलू को हर आन सामने रखें और न केवल स्वयं सामने रखें बल्कि समस्त मानव जाति तक इस सन्देश को पहुँचाने का अपना वह कर्त्तव्य पूरा करें जिसके

WHO DESERVES THE CROWN

—*WAFAUL HAQ, C VII*

Mr. President, respected gentlemen, ladies behind the curtain and dear friends.

Permit me please, to tell you a story "Who deserves the crown"

Once there was a king. He was poious and God-fearing He had three sons. When he grew old, he wanted to select one of his sons to be his best successor. He therefore, sent for them When they turned up, he gave them each a precious stone, instructing them to put it at a place, where none could see it, and report compliance the folloing morning.

The eldest son atonce went to his room shut the doors and windows up And when he was quite sure that no one was looking at him, put the stone into his iron-safe

The younger son went home waited for the night, and when it was dark, he put it into his suit-case.

The youngest son did nothing with the stone. He did not know what to do, because he was quite sure that God is every where

Next morning, the three sons appeared before the king to report compliance. The elder sons reported what they had done. But the youngest one returned the stone to the king, saying. 'Your Majesty! You had instructed me to put it at a plac , where no one could see it But my dear father wherever I went to do so, I found that God was looking at me So, I could not put it anywhere Kindly do excuse me for not being able to carry out your orders'

The king was very much pleased to hear this He then said to his sons, 'My dear sons, one who belives in the omnipresence of God, can hardly commit sins. And my sons, who does not commit sins, shall be happy and prosperous in his life Here and the Hereafter. Now, my sons, I have become old, so want one of you to be my successor Here is the Royal crown, I leave it for you yourselves to decide as to who deserves it.'

Hearing this, the eldest son stood up, took the crown and with out the least hesitation, put it on his youngest brothe's head The king's joy knew no bounds, he atonce bowed down before God Really to speak, gentlemen, the king not only crowned his best successor, but also his other sons as well with success He then embread his sons and gave them his blessings

---

(Cont. page 65)

ously ponder over Islam-as the only Surviving Divine Guidance", which can solve all human problems.

Lastly gentlemen, permit me to say a few words to the Muslims Let Muslims realize what they are, against what they are wanted to be They should come forward and perform their real duty,i-,the Vicegerency which they have been reglecting most sicne long Really to speak, they have killed themselves and the world is adding insults to injuries Have they any spark of life and self-respect left in the dark and cooled down ashes of theirs ? If so, let the flame leap on-on and on The world stands in greater need 'Islam today than ever before.

—: ISLAM THE ONLY REMEDY :—

Imdad Husain C VII

Ladies and Gentlemen.

Mr. President, ~~men of today now before my gaze, ladies behind the curtain, and dear friends.~~

Let please dare me put before you Islam, the most misunderstood by the foes, and most persecuted by the friends, as the only remedy for the miserable world today. Is it not an adventurous state in itself ?

Gentlemen, as you yourselves are fully aware of the fact, that corruption and evil have broken as a robber in disguise of a reformer into every sphere of man's life today. No one is satisfied and at peace Every mind is distressed and disturbed.

No doubt, gentlemen, that Philosiphers, thinkers, and Statesmen have never neglected this glaring problem. I am afraid they have ever looked for some solutions. They evolved some principles too but all such systems of life have proved to be practical failure fraught with suicidal results. May be it, Nationalism Communism Capitalism and the Western Democracy-they all have utterly, really to speak, gloriously failed to solve any of the human problems, for which they were prescribed and adopted. Instead, gentlemen, they have only created further worse problems—solutions adding to the problem-knots are a terror indeed, if could we only sense it. As against these systems, the Islamic system did originally evolve a real society and State, which solved all the essential problems of mankind, once for all.

Isn't it a miracle of Islam, gentlemen, that in a very short period of 23 years only, it not only turned the hopelessly backwards Arabs into the most civilized nation of the world, but also turned them into a first-rate power during the following 30 years. History itself is an indisputable witness to the fact, that during the Cahiphhood of Abu Baker, Qmar, Usman and Ali, mankind fully enjoyed the real exemplary life under the green banner of Islam's ever-green principles No one suffered from the evils so commonly prevailing in this modern age It is why, gentleman, Gandhiji desired to see the Farooqi-type of Government in India.

Then, gentlemen, isn't it a concrete proof of Islam's capacity to revive and remodel people At the same tic, it should also be noted, gentlemen that Islam is not confined to a single nation or limited to a certain period. but it is adoptable by the world at large, at all eternity, and can bestow its blessings even today, if practised in true sense though experimentally only Would that the suffering mankind could seri

(Cont. Page 66)

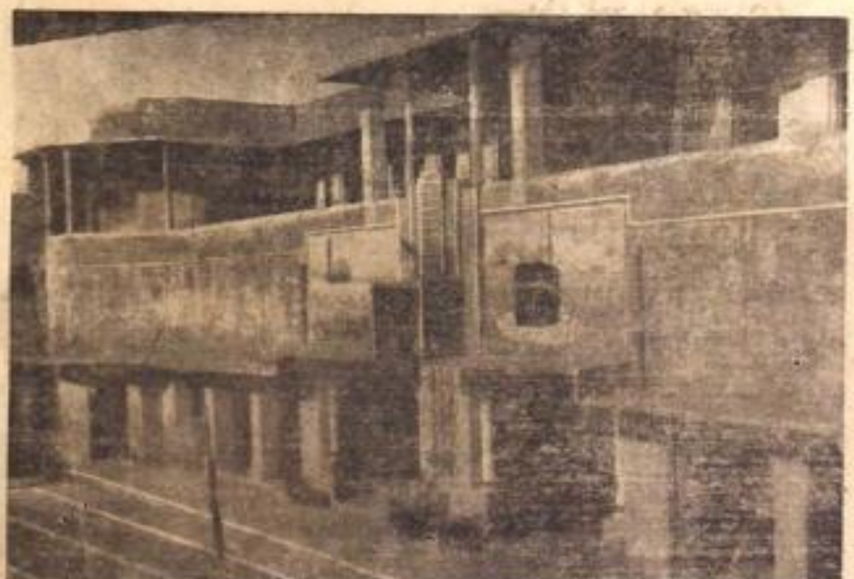
درس گاہ کے آخری درجے میں
اول آنے والے ہونہار طلبہ کے نام

۱۹۵۳ء	....	عمر افضل اطہر بستوی
۱۹۵۴ء	....	الطاف حسین بلندشہری
۱۹۵۵ء	....	مظہرالدین حسن
۱۹۵۶ء	....	انظارالحق (بہار)
۱۹۵۷ء	....	محمد عمر (بہار)
۱۹۵۸ء	....	ساجدعلی خاں شملوی
۱۹۵۹ء	....	سید ذاکرعلی اناوی
۱۹۶۰ء	...	اعجاز احمد مالیگانوی
۱۹۶۱ء	....	جمیل احمد حیدرآبادی
۱۹۶۲ء	....	دلدار احمد رامپوری
۱۹۶۳ء	....	محمد قمر رامپوری
۱۹۶۴ء	...	اسدالحق رامپوری
۱۹۶۵ء	....	سلیم محمود رامپوری
۱۹۶۶ء	....	اجمل خاں (قائم گنج)
۱۹۶۷ء	....	اخلاق علی رامپوری
۱۹۶۸ء	....	وقار احمد رامپوری
۱۹۶۹ء	....	ناصر سعید رامپوری
۱۹۷۰ء	....	ضیاء الدین رامپوری

—٥—



مرکزی درس گاہ جماعت اسلامی ہند رامپور کا شرقی حصہ



مرکزی درس گاہ جماعت اسلامی ہند رامپور کا غربی حصہ